جولائی
2024ء

یا اللہ!
فلسطین کے
مسلمانوں کی مدد فرما
آمین

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ (القرآن: 54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

نیا اسلامی سال
1446ھ
مبارک ہو

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 18

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران)

محرم الحرام : 1446ھ

شمارہ : 07

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)

جولائی : 2024ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت

- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین

قانونی مشاورت

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ

چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون : اندرونِ ملک 800 روپے

معمول کا شمارہ : 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		6
3	حرفِ آرزو	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
4	قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	انجینئر مختار فاروقیؒ	9
5	تین مختصر اور جامع نصیحتیں (درسِ حدیث)	حافظ عطاء الرحمٰن	21
6	سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت (19)	انجینئر فیضان حسن	28
7	اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت و اِفادیت (4)	مولانا امین عزیز بھٹی	48
8	غزہ میں قیامت بپا ہے! امت مسلمہ کہاں ہے؟	محمد منظور انور	56
9	یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	عبداللہ ابراہیم	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری
انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(02)	اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	274-272

لَیۡسَ عَلَیۡکَ ہُدٰىہُمۡ

(اے محمد ﷺ!) تم ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہو

You are not responsible, to bring them to the right path.

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ

بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے

In fact It is Allah, Who enables anyone,
He wills to find the right way.

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ

اور (مومنو!) تم جو مال خرچ کروگے تو اس کا فائدہ تمہی کو ہے

And whatever you spend for charity it is of benefit to you,

وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ

اور تم تو جو کچھ خرچ کروگے تو اللہ کی خوشنودی کے لیے کروگے

Provided you spend only to please Allah.

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ

اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا

And whatever wealth you spend
will be paid back to you, in full;

وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۲﴾

اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا

And you will not be treated wrongly.

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) ان حاجت مندوں کے لیے جو اللہ راہ میں رکے بیٹھے ہیں

Charity is for needy, who are engaged
so much, in the cause of Allah,

لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ

اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے

(That) they cannot move about, on earth
(to earn their livelihood).

يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

(اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ

نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے

Those with little sense think that they are well of,
because of their restraint.

تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ

اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو (کہ حاجت مند ہیں)

You can only recognize them, by their expressions.

لَا يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا

(اور شرم کے سبب) لوگوں سے (منہ پھوڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے

They don't make pressing demand, from the people.

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ

اور تم جو مال خرچ کرو گے

And whatever of wealth you spend (on them),

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۲۷۳﴾

کچھ شک نہیں کہ اللہ اس کو جانتا ہے

Allah certainly knows it.

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ

جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں

Those who spend their wealth,

بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً

رات اور دن، پوشیدہ اور ظاہر

by night and day, both secretly and openly,

فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے

Their reward is with their lord.

وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾

اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم

They have nothing to fear or to regret

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

اَلۡيَدُ الۡعُلۡيَا خَيۡرٌ مِنَ الۡيَدِ السُّفۡلٰى

اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے

(الحدیث)

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند سوالات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

انَّ رَجُلاً قَالَ : یَا رَسُولَ اللّٰہِ

کسی آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول!

أَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ ؟

انسانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟

قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ، وَحَسُنَ عَمَلُہٗ،

آپ ﷺ نے فرمایا:

جس کی زندگی لمبی ہو اور اس کے اعمال اچھے ہوں

قَالَ: فَأَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟

پوچھا: پھر انسانوں میں سب سے زیادہ برا کون ہے؟

قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ

آپ ﷺ نے فرمایا:

جس کی زندگی لمبی ہو اور اس کے اعمال برے ہوں

(ترمذی، عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ)

حرفِ آرزو

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

نیا اسلامی سال مبارک

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

زندگی کے سال گزرتے چلے جا رہے ہیں، نیا اسلامی سال (1446 ہجری) بھی شروع ہوا چاہتا ہے۔ دنیا میں یہ زندگی اور موت کا کھیل حقیقت میں تو ایک امتحان ہے کہ کون بہترین اعمال کرتا ہے۔﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

یہ امتحان تو انسان کے شعور کی عمر کو پہنچتے ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن انسانوں کی اکثریت کو عموماً ابتدائی شعوری زندگی (جوانی) میں اس امتحان کا احساس تک نہیں ہوتا اور وہ زندگی کا یہ قیمتی حصہ غیر سنجیدہ رویے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ وہ انسان خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اس ابتدائی شعوری زندگی (جوانی) میں ہی اس امتحان کا احساس ہو جائے اور وہ کامیابی کے لیے محنت میں لگ جائیں۔ ایسے ہی خوش قسمت انسانوں کے لیے قیامت کے دن اللہ رب العزت کے عرش کا سایہ نصیب ہونے کی بشارت ہے۔ تاہم ایسے خوش قسمت انسانوں کی تعداد بہت قلیل اور آٹے میں نمک کی مقدار سے بھی کم ہے۔ کثیر تعداد ان انسانوں کی ہے کہ جو شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی اس امتحان کو نہیں سمجھ سکے اور غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اس زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے دی گئی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ مہلتِ عمر بھی ہے۔ رب رحیم انسانوں کو ان کی غلطیوں اور اس امتحان سے بے پرواہی پر فوراً ہی نہیں پکڑ لیتا بلکہ سالوں کے حساب سے بھی مہلت دے دیتا ہے تاکہ انسان اس مہلت سے فائدہ

اٹھا کر اپنی غفلت کی زندگی ترک کرے اور شعوری طور پر اس امتحان کے لیے تیاری میں لگ جائے۔ مگر حسرت ہے ہم انسانوں پر ____ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دی گئی اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ شاید کوئی پکڑ ہی نہیں ہے۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰٓ ۝ (العلق:06-07)

''بے شک انسان سرکشی کر رہا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے''

حالانکہ یہ مہلت تو ایک غافل انسان کے لیے بطور نعمت کے تھی کہ وہ پلٹ آئے اور توبہ کرے۔

ایک اور اسلامی سال گزرنے کو ہے اور آج دنیا میں موجود ہر زندہ انسان کی مہلت میں سے ایک سال اور کم ہوا چاہتا ہے۔ عقل منداور خوش قسمت انسان وہ ہے جو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے گزشتہ سال کا محاسبہ کرکے اور جائزہ لے کر آئندہ کے لیے نئے عزم کے ساتھ امتحان میں کامیابی کی تیاری میں لگ جائے۔ اگر اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا اور یونہی غفلت میں باقی مہلت بھی ضائع کردی تو ناکامی انسان کا مقدر ٹھیرے گی اور ایسے ناکام انسان آخرت میں اپنے اعمالِ بد کے نتیجے میں جب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے تو وہ وہاں چیخ و پکار اور فریاد کریں گے کہ اے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے اب ہم اعمالِ صالحہ کریں گے تو انھیں جواب ملے گا:

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ ...... (فاطر:37)

''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرلیتا۔''

نیا سال مبارک مگر اس یاددہانی کے ساتھ کہ ہر آنے والا نیا سال عمر میں اضافے کا ہی سال نہیں، بلکہ مہلت کے گھٹنے کا سال ہے۔

؎ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

دورۂ ترجمة القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ ومختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

آیات 81 تا 91

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ اور (یاد کرو) جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا

لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ کہ جو کچھ کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں

یعنی جب میں تمہیں نبوت عطا کروں اور تمہاری طرف کتاب اور حکمت وحی کروں

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس (کتاب و حکمت) کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو تمہارے پاس ہے

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور لازماً تم اس کی مدد کرو گے

یعنی ہر بعد میں آنے والا نبی سابقہ نبی کے پاس جو نبوت اور وحی آئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوا آئے گا تو یہ وعدہ تھا ان سے کہ تم نے اس کی تصدیق کرنی ہے اور اپنے پیروکاروں کو بتا کے جانا ہے کہ میرے بعد جو نبی آئے گا اور میری تعلیمات کی تصدیق کرے گا اس کو تم مان لینا اور اس کا ساتھ دینا۔

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ اللہ نے فرمایا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس شرط پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟

قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ تو فرمایا کہ اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں

اس وعدے میں نبی بھی شامل تھے اور نبیوں کے ماننے والوں میں جو اس وقت تھے اور جو بعد میں آئے سارے شامل تھے گویا کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے یہ ان کی کتابوں میں درج تھا، پہلے نبی یہی وصیت کر کے جاتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں سورۃ الصّف میں بھی ذکر ہے۔ ہر نبی نے اپنی امت کو یہی کہا تھا کہ اگر تمہاری زندگی میں وہ نبی آخر الزمان آجائے تو ان پر ایمان لانا اور ان کا ساتھ دینا۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ تو وہی فاسق ہے

اب یہ اہل کتاب مان نہیں رہے حالانکہ ان کی کتاب میں درج ہے۔ وہ اس کو چھپا چھپا کے رکھ رہے ہیں، ظاہر نہیں کر رہے تو یہ فاسق اور نافرمان ہیں۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ کیا یہ اب اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین ڈھونڈ رہے ہیں

اللہ کے دین کو تو چھپا رہے ہیں تو گویا کہ کسی اور چیز کو دین بنا رہے ہیں۔

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا حالانکہ اسی کے فرمانبردار ہیں جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور کراہت سے

آسمان اور زمین کی ساری مخلوقات اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں، خواہی نہ خواہی اسی کا کہنا مان رہے ہیں۔

وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے

اگلی آیت بالکل مشابہ ہے سورۃ البقرہ کی آیت 136 سے جو پہلے پارے کے آخری رکوع میں آچکی ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا اے نبی ﷺ آپ فرما دیجیے ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اُس پر جو اترا ہے ہم پر

یعنی ہم کسی نبی کا انکار نہیں کر رہے، نبیوں میں تفریق نہیں کر رہے۔ ہم تو اللہ کو بھی

مانتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے ہماری طرف نازل کیا ہے اس کو بھی مانتے ہیں

وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ اور جو کچھ اترا تھا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر

وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ اور جو کچھ ملا تھا موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ہم ان میں تفریق نہیں کر رہے یعنی ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ اور ہم اسی اللہ کے فرمانبردار ہیں

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ اور جس کسی نے اسلام کے سوا کسی طریقے کو دین کے طور پر پسند کر لیا اس کو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ اور وہ آخرت میں خسارے والوں میں سے ہوگا

اب دین کیا ہے؟ مذہب کیا ہے؟ ان کا فرق مختصراً یہ ہے کہ ایک ہماری انفرادی زندگی ہے اور ایک اجتماعی زندگی ہے۔ اجتماعی زندگی گزارنے کا جو ڈھنگ ہے اس کو اگر اللہ کے احکام اور اللہ کی وحی کے تابع کر دیں گے اور انفرادی زندگی کو بھی اس کے تابع کر دیں گے تو یہ دین ہو جائے گا۔ اس وقت دنیا میں جو نظام ہے کہ انفرادی زندگی کو کسی مذہب کے تابع کر دو جو بھی تمہارا مذہب ہے اسلام ہو، سکھ مت ہو، ہندومت ہو یا عیسائیت ہو جو بھی ہو انفرادی زندگی میں تم جس مذہب کو چاہو اختیار کر و لیکن اجتماعی نظام یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام جو ہے اس کو انسانی علوم کی جو ترقی ہوگئی ہے اس کے مطابق چلاؤ، اس میں مذہب کا کوئی دخل نہ ہو۔ یہ سیکولر نظام ہے جو دنیا میں چل رہا ہے۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ انفرادی زندگی بھی اللہ کے احکام کے تابع ہو کر گزارو اور اجتماعی زندگی کو بھی اللہ کے احکام کے تابع کر دو تو یہ دین ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم اجتماعی زندگی کو آزاد کر دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لیا ہے۔ تو یہاں پر اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ اجتماعی زندگی میں قرآن کے احکام کی پیروی نہیں کر رہے انہوں نے گویا دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لیا ہے، یہ طریقہ نہ اللہ کو قبول

ہے نہ یہ آخرت کے خسارے سے بچاسکتا ہے۔ درمیانی راستہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس دین کے غلبے کی کوشش کر رہے ہیں تو کسی درجے میں بات ٹھیک ہوجائے گی کہ اے اللہ! ہمارے بس میں یہی تھا ہم اس کے لیے کوشش کرتے رہے کہ دین کا غلبہ ہوجائے۔ لیکن اگر کوئی اس پر مطمئن ہوکر بیٹھ گیا ہے کہ انفرادی زندگی میں میں دین کے احکام پر عمل کی کوشش کر رہا ہوں باقی لوگ جو مرضی کرتے رہیں اس کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو اس نے گویا کہ اسلام کو بطور دین چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرلیا ہے۔ اور وہ اپنے آپ بہت صحیح سمجھتا ہوگا لیکن آخرت میں وہ خسارے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے رکھے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ کیسے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت دے گا جنہوں نے کفر کی روش اختیار کرلی ایمان کے بعد

یعنی اللہ نے ایمان و ہدایت والا سیدھا راستہ ان کو دکھا دیا اس کے باوجود کسی دنیاوی مفاد اور دنیاوی لالچ کی وجہ اس سے پھر گئے اور کفر اختیار کرلیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے، اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو کیسے قبول کرے گا۔

وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ اور انھوں نے گواہی بھی دی ہے کہ یہ رسول سچے ہیں اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

مطلب یہ ہے کہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو راستہ کھلا ہے کوئی پابندی نہیں ہے لیکن کوئی یہ سمجھے کہ زبردستی اللہ ان کو ہدایت دے گا تو ایسا نہیں ہے۔ وہ غلط راستے پر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔ یہ نجران کے اس وفد کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ دل میں تو جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں، ان کی کتاب میں درج آپ ﷺ کی رسالت کی واضح نشانیاں وہ پہچانتے تھے اور آپس کی گفتگو میں انھوں نے اس کا اقرار بھی کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے۔ تو فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دے، اللہ تعالیٰ کسی کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ ایسے لوگوں

کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی بھی اور تمام انسانوں کی بھی

جو سلیم الفطرت اور اچھے انسان ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ غلط لوگ ہیں یہ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں، یہ سیدھا راستہ سے گمراہ ہوگئے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی ان پر لعنت ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ اور نہ انھیں کوئی وقفہ دیا جائے گا

آخرت میں عذاب کی شکل میں جو نتیجہ نکلے گا اس میں بھی ان پر نہ سختی میں کمی کی جائے گی اور نہ کوئی وقفہ ہوگا۔ ان کو فوراً جہنم کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا نوالہ بن جائیں گے۔

اس مفہوم کی آیت بھی اس سے قبل سورۂ بقرہ میں (آیت 162) گزر چکی ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور اپنی اصلاح کر لی

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ تو بے شک اللہ بخشنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے

توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اب بھی موقع ہے۔ ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ﴾ امید ہے کہ اللہ تم پر رحم کرے گا اگر تم توبہ کر لو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، قرآن پر ایمان لے آؤ تو تمہارا مستقبل سنور جائے گا۔ لیکن اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر تباہی اور بربادی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے ایمان لانے کے بعد

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا پھر وہ بڑھتے چلے گئے اس کفر میں

لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اور وہی لوگ ہیں جو گمراہ ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور انہیں موت آ گئی اسی حال میں کہ وہ کافر تھے

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ہرگز قبول نہیں کیا جائے

گا ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا اگر وہ فدیے میں دینا چاہیں

یعنی زمین کے برابر بھی اگر کسی کے پاس سونا ہو، اوّل تو اتنا کسی کے پاس ہے ہی نہیں، اگر ہو اور وہ فدیہ میں دے کر جان چھڑانا چاہے تو پھر بھی وہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہی ہیں جن کے لیے ہے دردناک عذاب

یہ ان کی سزا ان کو ہو کر رہے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ ساری زندگی دنیاوی فائدہ بھی حاصل کرلیا، دنیا میں عیش بھی کرلی اور مرتے ہوئے آخری دم پر توبہ بھی کرلی اور وہ قبول بھی ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے پھر تو وہ بڑے مزے میں رہے کہ دنیا بھی ہاتھ میں رہی اور آخرت بھی نہیں گئی۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا: ان کی طرف سے کوئی بڑے سے بڑا فدیہ بھی قبول نہیں کیا جائے کہ اس کے بدلے ان کی جان چھوٹ جائے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں ہوگا۔

آیات 92 تا 101

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم نیکی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ تم اس میں سے خرچ کرو جو تمہیں بہت پسند ہے

یہ آیت بھی اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں لفظ بِـرّ ہے، جس کا معنی ہے نیکی۔ سورۃ بقرہ کی آیت 177 (آیۃ البر) گویا اس آیت کی تشریح ہے جس میں نیکی کی تفصیل ہم پڑھ چکے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ تم نیکی کے مقام پر نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ تم اللہ کے راستے میں وہ چیز خرچ کرو جو تمہیں پسند ہے، محبوب ہے۔ کوئی از کار رفتہ چیز اللہ کے راستے میں دے دینا، وہ کپڑے جوتا وغیرہ جن کا فیشن ختم ہو گیا ہے وہ اللہ کے نام پر دے دینا یا بچا ہوا کھانا دے دینا پھر یہ سمجھنا کہ ہم نے بہت بڑا کام کرلیا اس سے زیادہ کیا کریں۔ نیکی کا یہ تصور قرآن مجید کا نہیں ہے۔ قرآن تو یہ کہہ رہا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں وہ چیز دو جو تمہیں بھی پسند ہے جس چیز کو تم بھی اپنے لیے ضروری سمجھتے ہو۔ اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی کوئی لاکھوں اور ہزاروں روپے میں دے تو اللہ قبول کرے گا بلکہ اگر کسی شخص کے پاس کھانے کے لیے ایک ہی روٹی ہے اور کوئی مانگنے والا آ گیا اس نے اس میں سے اس کو آدھی یا چوتھائی دے دی اس کی طرف سے بھی حق ادا ہو گیا کیونکہ

اس کے پاس جو کچھ تھا اس میں سے اس نے دے دیا ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ میرے پاس بھی یہی ہے، جاؤ چلے جاؤ، تمہارے لیے کچھ نہیں ہے گویا کہ اس نے بھی خلاف ورزی کی۔ اگر اس میں سے اس نے چوتھائی روٹی بھی دے دی کہ میرے پاس ایک ہی روٹی ہے اسی میں سے میں نے بھی کھانا ہے یہ لو تھوڑی سی تم بھی کھالو۔ اس نے اپنی طرف سے جو ذمہ داری بنتی تھی ادا کر دی اور جس کے پاس لاکھوں رکروڑوں ہیں اس کے ذمے بھی ہے کہ اس میں جتنا دے سکتا ہے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ — اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾ — بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے

یعنی یہ تصور نہیں کرنا چاہیے کہ ہم تو اپنی طرف سے مال خرچ کر دیں لیکن پتہ نہیں اللہ کے علم میں ہے کہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں کہیں درج ہو رہا ہے کہ نہیں ہو رہا؟ وہاں کچھ ثواب ملے گا کہ نہیں ملے گا؟ یہ تصور غلط ہے، یہ بات ایمان کے منافی ہو جائے گی۔ جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہے، فرشتے بھی اس کو لکھ رہے ہیں اور کل قیامت کے دن اس کا بھرپور بدلہ تمہیں مل جائے گا۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ — کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں

یعنی جو پاکیزہ چیزیں حلال ہیں وہ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں

اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ — سوائے اس کے جو اسرائیل نے تورات کے نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ حضرت یعقوب کو اونٹ کا گوشت طبعاً پسند نہیں تھا یا کسی مرض کی وجہ وہ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ ویسے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ ساری کی ساری ہر آدمی کھائے۔ طبعاً کوئی چیز پسند نہیں ہے تو وہ نہ کھاؤ۔ حرام چیزوں میں منہ نہ مارو اور حلال چیزوں میں سے جو تمہیں پسند ہیں وہ کھاؤ۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی وجہ سے اونٹ کے گوشت کو کھانا چھوڑ دیا تھا۔ ان کے بعد ان کی اولاد نے سمجھ لیا کہ اونٹ کا

گوشت حرام ہے تو یہودی اس کو نہیں کھاتے۔ یہود نے اعتراض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تو اونٹ کا گوشت حرام ہے اگر اسلام سچا دین ہے تو اس میں اونٹ کا گوشت کیوں حلال ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں حقیقت سامنے رکھ دی اور وحی کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حقیقت جاری فرمادی کہ کھانے کی جو چیزیں دین اسلام میں حلال ہیں یہ سب بنی اسرائیل کے لیے حلال ہیں البتہ حضرت اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے کچھ چیزیں اپنے اوپر تورات کے نازل ہونے سے بہت پہلے حرام کر لی تھیں۔

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٣﴾ آپ کہہ دو کہ لاؤ تورات پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو

قرآن مجید تو علم کی بنیاد پر بات کرتا ہے کہ اگر تمہارے پاس دلیل ہے تو لاؤ ہم مان جائیں گے۔اصلی والی تورات نکال کر لاؤ جو تم نے کہیں چھپا کر رکھی ہوئی ہے اور ہمیں پڑھ کر سناؤ اگر تم سچے ہو۔اصلی تورات کا کوئی نسخہ اگر ان کے پاس کہیں ہے تو بھی وہ اس میں سے نکال کر نہیں دکھا سکتے کیونکہ وہ تو جھوٹ بول رہے ہیں۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر جو جھوٹ باندھے اللہ پر اس کے بعد

یعنی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی یہ کہے کہ نہیں، ایسے ہے ویسے ہے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کہہ دیجیے: سچ فرمایا ہے اللہ نے

یعنی جو اللہ نے فرمایا ہے وہ سچ ہے۔اب یہود کے کہنے سے جھوٹ سچ نہیں ہو سکتا یا ان کے یہ کہنے سے کہ تورات میں یہ لکھا ہے وہ حقیقت نہیں ہو جائے گی بلکہ سچ تو وہ ہے جو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس سے بات واضح ہو گئی ہے۔اس سے زیادہ کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا سو تم پیروی کرو ابراہیم کے دین کی یکسو ہو کر

یا ابراہیمؑ کے طریقے کی جو یکسو تھا۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٥﴾ اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے

یہ بہت بڑا سرٹیفکیٹ ہے جو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ ہم تو اپنے آپ کو مشرک نہیں سمجھتے کہ ہم نے کبھی شرک کیا ہی نہیں ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ شرک کی کون کون سی قسمیں ہوتی ہیں اور ان میں ہم کس میں ہم ملوث ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ شرک کی بعض قسمیں اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہیں۔ یعنی شرک کی بعض قسمیں ایسی ہیں جن کو پہچاننا بہت زیادہ مشکل ہے۔ آدمی شرک کی قسمیں معلوم کرے اس بارے میں معلومات اکٹھی کرے پھر اس کے بعد آدمی مطمئن ہو کر کہے کہ میں ہر قسم کے شرک سے بری ہوں تو ٹھیک ہے پھر تو بہت مبارک باد والی بات ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں یہ مبارک باد کے طور پر سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے کہ وہ ہمارا بندہ مشرک نہیں تھا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ بے شک پہلا گھر جو بنایا گیا تھا لوگوں کے لیے وہ ہے جو مکہ میں ہے

مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ جو برکت والا ہے اور ہدایت ہے تمام جہان والوں کے لیے

یعنی مکہ مکرمہ شہر میں جو گھر ہے یہی ہے جو سب سے پہلے بنایا گیا تھا۔ ع دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! ان کے لیے کوئی جگہ بنا دے جہاں وہ عبادت کریں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ہدایت اور instruction پر مکہ مکرمہ میں یہ جگہ معین ہوئی اور نشانات بنا دیے گئے کہ یہاں عبادت کریں۔ لیکن بعد میں نسل انسانی پھیلتی چلی گئی، کوئی طوفان بھی آیا ہوگا جس سے نسل انسانی یہاں سے نقل مکانی کر کے اور طرف نکل گئی اور وہ مکہ آباد نہیں رہ سکا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے سے اللہ نے دوبارہ اس گھر کو آباد کیا۔ یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ سب سے پہلا گھر جو اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ اور سورۃ بقرہ کی آیت 127 جو ہم پیچھے پڑھ چکے ہیں ﴿وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ﴾ (اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادوں کو اُٹھا رہے تھے) اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بنیادیں پہلے سے موجود تھیں جن کی عمارت مرورِ زمانہ کے ساتھ گر گئی تھی، لیکن کچھ آثار تھے جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دوبارہ تعمیر کر رہے تھے۔

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ اس میں بہت ساری نشانیاں ہیں جیسے مقامِ ابراہیم

یعنی یہ بیت اللہ جو مکہ میں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت ساری نشانیاں ہیں۔ پندرھویں سپارے کی پہلی آیت میں بیت المقدس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ (ہم نے اس کے آس پاس برکتیں رکھی ہیں)۔ مسجد اقصیٰ بھی اللہ کا ایک پسندیدہ مقام ہے جس کے اِردگرد بہت سارے پیغمبر مدفون ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اس جگہ سے منسوب ہیں۔ وہ ایک برکت والی جگہ ہے۔ اسی طریقے پر یہ گھر جو مکہ میں ہے یہ بھی برکت والا ہے اور اس میں بھی بہت ساری نشانیاں ہیں جن میں ایک مقامِ ابراہیم بھی ہے۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور جو کوئی اس میں داخل ہو گیا اس کو امن ملا

اس گھر کی ایک بہت بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ تاریخ انسانی میں یہ امن کا مقام رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے چند واقعات تو ہوئے ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ امن کی جگہ ہے، اس میں کوئی بڑی جنگیں نہیں ہوئیں، کبھی اس میں اس قسم کا خون خرابا نہیں ہوا۔ تقریباً ساڑھے چار ہزار سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہو گئے ہیں۔ تو یہ اس کی دوسری نشانیوں کے ساتھ ساتھ ایک خاص نشانی ہے۔ جبکہ بیت المقدس دو دفعہ تو بالکل مسمار ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ یہود جو اس کے custodian ہونے کے دعویدار ہیں ان کو دو ہزار سال سے تو وہاں بسنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔ کہاں 70ء میں ٹائٹس رومی نے اس کو مسمار کیا تھا اور کہاں 1917ء میں اعلانِ بالفور کے بعد ان کو وہاں آباد ہونے کی اجازت ملی اور 1948ء میں اسرائیل بنا اور 1948ء کے بعد سے ابھی تک وہ اپنا قبلہ بنا نہیں سکے۔ یہودیوں کو عیسائیوں کی پشت پناہی حاصل ہے اس کے باوجود وہ تا حال ہیکل سلیمانی کو تعمیر نہیں کر سکے۔ ان کی تیاریاں ہیں اور وہ مسجد اقصیٰ کو گرانا چاہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے نیچے بنیادیں ہیں وہ گرے گی تو اس کے بعد ہیکل سلیمانی کی بنیادیں نکلیں گی اور وہ اس کی دوبارہ تعمیر کریں گے۔ تو 1948ء میں اسرائیل بن گیا اس کو امریکہ کی پوری پشت پناہی حاصل ہے امریکہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ USA کی 52 اسٹیٹس ہیں ان کی طرح وہ اسرائیل کو اپنی additional اسٹیٹ سمجھتا ہے اس کی اتنی حفاظت کرتا ہے اس کے باوجود وہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر نہیں کر سکے۔ تو کجا وہ اور کجا یہ۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس ایک نشانی ہے کہ یہ ہمیشہ

امن کا گہوارہ رہا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر کہ اس کے گھر کا حج کریں

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہے

یعنی جس کے پاس اس کے سفر کے اخراجات ہوں اور گھر والوں کے اخراجات ہوں۔ جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اس کے ذمے ہے کہ اس گھر کا ارادہ کرے حج کرے۔

وَمَنْ كَفَرَ اور جو کوئی اس کا انکار کرے

یا استطاعت ہوتے ہوئے نہ کرے، ناشکری کرے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾ تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں والوں سے بے نیاز ہے

وہ مجبور تھوڑا ہے کہ تم ضرور وہاں جاؤ اور حج کرو، اس کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے وہ ہو جائے گا۔ اگر تم اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کا وبال تمہی پر آئے گا اور اگر اس پر عمل کرو گے تو تمہارا اپنا فائدہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو

اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن لوگوں کو پہلے کتاب دی گئی ہے اگر تم ان کے کسی گروہ کی بات مان لو گے

گویا کہ اس کے بعد یہ بات محذوف ہے کہ اے ایمان والو! تم ہرگز اہل کتاب کا کہنا نہ مانو، ان کے چکروں میں نہ آؤ، ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آ جانا۔ اگر تم ان کے ایک گروہ یہود کی بات مان لو گے تو

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وہ تو تمہیں ایمان کے بعد دوبارہ کفر میں لے جائیں گے

تمہیں گھسیٹ کر اپنے پالے میں لے جائیں گے، گمراہ کر دیں گے۔ چاہے تم یہودی نہ بھی بنو، وہ یہ ضرور کریں گے کہ تمہیں ایمان سے خارج کر دیں گے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ اور تم کیسے کفر کرو گے

وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ حالانکہ تمہیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اللہ کی آیتیں

یعنی قرآن مجید تمہیں پڑھ کر سنایا جا رہا ہے

وَفِيكُمْ رَسُولُهُ اور اللہ کے رسول (حضرت محمد ﷺ) تم میں موجود ہیں

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اور جو کوئی اللہ سے چمٹ جائے گا

یعنی جو کوئی دشمنوں کی سازشوں اور اہل کتاب کے چکروں سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ کہ جس نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا

فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ اس کو ہدایت دی گئی سیدھے راستے کی طرف

اسی طرح کے الفاظ ایک حدیث میں بھی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہاں اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا سے مراد آگے آیت میں آ رہا ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور اللہ کی رسّی کیا ہے؟ وہ یہ قرآن مجید ہے۔ **هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْن** یہ الفاظ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ** جو اس قرآن کے مطابق کوئی بات کہے گا اس نے سچ کہا۔ **وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ** اور جو اس قرآن کے مطابق فیصلہ کرے گا اس نے عدل کیا، انصاف کا حق ادا کر دیا **وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ** اور جو لوگوں کو اس قرآن کی طرف بلائے گا قرآن کی دعوت دے گا۔ **هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** اس کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دی جائے گی۔ یہاں بھی یہی الفاظ ہیں۔ جس کو قرآن کی طرف بلایا جا رہا ہے وہ آئے یا نہ آئے جو قرآن کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے اس کو ضرور اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ساتھ لگے رہنے چمٹے رہنے کی توفیق بخش دے گا۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق بنیں تو ہمیں خود بھی قرآن مجید کا تمسّک اختیار کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف بلانا چاہیے۔

یہاں اس سورۃ آل عمران کا نصف اوّل ختم ہوا جو ایک سو ایک آیات پر مشتمل ہے، جس میں تین حصے تھے ایک عمومی تھا، دوسرا انصاریٰ سے خطاب تھا اور تیسرا اہل کتاب کو دعوت اور کچھ زجر و توبیخ کا انداز تھا۔ اب یہاں سے آگے اہل ایمان سے خطاب ہے۔

درسِ حدیث

تین مختصر اور جامع نصیحتیں

حافظ عطاء الرحمٰن

عَنْ اَبِیْ اَیُّوبَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ عَلِّمْنِی وَ اَوْجِزْ، قَالَ: ((اِذَا قُمْتَ فِی صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاۃَ مُوَدِّعٍ، وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ، وَ اَجْمِعِ الْیَأْسَ عَمَّا فِی أَیْدِی النَّاسِ))

(سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے دین کی باتیں سکھادیں اور مختصر کر کے بتائیں (تاکہ یاد رکھنا آسان ہو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (۱) جب تم نماز میں کھڑے ہوا کرو تو ایسے نماز پڑھو جیسے الوداع کہنے والا نماز پڑھتا ہے اور (۲) تم کوئی ایسی بات نہ کہو جس سے کبھی معذرت کرنا پڑ جائے اور (۳) لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ (مال ومتاع) ہے اس سے ناامید رہنے کا عزم کرلو۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ان کی درخواست پر تین مختصر نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں اور یہ نصیحتیں مختصر ہونے کے علاوہ بہت جامع بھی ہیں اور بہت اہم بھی۔ ویسے تو آپ کے تمام ارشادات ہی اہم، سنہری اور زریں اقوال ہیں تاہم بعض ارشادات دوسرے بعض کی بہ نسبت زیادہ اہمیّت کے حامل ہوتے ہی ہیں۔ یہ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے

عَنْ اَبِیْ اَیُّوبَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

یَا رَسُولَ اللّٰہِ عَلِّمْنِی وَ اَوْجِزْ،

اے اللہ کے رسول! مجھے سکھائیں اور مختصر کر کے بتائیں

یعنی میں دین سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں آپ مجھے دین کی باتیں سکھا دیں اور مختصر کر کے بتا دیں تاکہ انھیں یاد رکھنا آسان ہو یا مطلب یہ ہے کہ دین کا خلاصہ یا جو کام زیادہ اہم اور اعلیٰ ہیں وہ مجھے سکھا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس صحابی کو تین باتیں ارشاد فرمائیں:

1۔ قَالَ: اِذَا قُمْتَ فِی صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ،

آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنی نماز میں کھڑے ہوا کرو تو ایسے نماز پڑھو جیسے الوداع کہنے والا نماز پڑھتا ہے

الوداع کا معنی ہے چھوڑنا، جدا ہونا۔ اس ارشاد کا ایک مفہوم یہ ہے کہ تم نماز اس طرح پڑھو جیسے وہ آدمی نماز پڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کو چھوڑ کر یعنی ہر چیز کا خیال اپنے دل و دماغ سے نکال کر پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو۔ اس کا دوسرا مفہوم، جو کہ زیادہ مشہور بھی ہے، یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جیسے وہ آدمی نماز پڑھتا ہے جو اپنے تمام عزیز و اقارب اور ہر چیز کو چھوڑ کر اس دنیا سے جانے والا ہے یعنی گویا یہ اس کی زندگی کی آخری نماز ہے۔

اس پہلی نصیحت کا حاصل یہ ہے کہ اپنی نماز کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرو اور اس کو اعلیٰ درجہ پر ادا کرو۔ نماز کو اعلیٰ اور کامل درجہ پر ادا کرنے لیے جن باتوں کا اہتمام ضروری ہے ان میں سے ایک تو یہ کہ نماز پڑھنے والا نماز کے تمام فرائض و واجبات، سنن و آداب کو پوری طرح بجالائے، دوسرے وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں، تیسرے یہ کہ وہ زبان سے جو بھی تلاوت، ذکر، دعا کے کلمات بول رہا ہے وہ سمجھے کہ میں اپنے رب سے باتیں کر رہا ہوں، اور چوتھے یہ کہ وہ قیام، رکوع و سجود اور نشست و برخاست میں جیسے عاجزی کا اظہار کرتا ہے اسی طرح اس کے دل میں بھی خشوع اور خضوع ہونا چاہیے اور اس سب کے ساتھ اس میں جوابدہی کا

احساس بھی ہو کہ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کی باز پرس ہوگی اور اگر میں نماز کو کامل طریقے پر ادا کروں گا تو میرا رب مجھ سے خوش ہوگا، مجھے اس کا اچھا بدلہ دے گا اور انعام سے نوازے گا۔ اس طرح یہ نماز 'احسان' کے درجے کی نماز ہو جائے گی جو کہ عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث مبارکہ میں ہے: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اس کو دیکھتے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو ایسے عبادت کرو کہ وہ تمھیں دیکھتا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ''ایسے نماز پڑھو جیسے الوداع کہنے والا نماز پڑھتا ہے'' اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی کو جب یہ احساس ہو کہ ''یہ میری آخری نماز ہے'' تو اس سے نماز کو کامل بنانے میں مدد ملتی ہے۔ کیونکہ عموماً جب آدمی سمجھ رہا ہو کہ یہ میرے پاس آخری موقع ہے اس کے بعد دوبارہ موقع نہیں ملے گا تو وہ کام کو اچھے طریقے سے کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت مختصر اور جامع اس لحاظ سے ہے کہ قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ جس آدمی کی نماز اچھی ہو اس کے باقی کام بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ﴾ (العنکبوت: ۴۵) ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے''۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو عِمَادُ الدِّیْن (دین کا ستون) فرمایا ہے اور آپ کے متعدد ارشادات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی پابندی سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدیداروں کو یہ حکم نامہ جاری کیا تھا: اِنَّ أَھَمَّ أُمُوْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلَاۃُ مَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ وَ مَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا أَضْیَعُ (مشکوٰۃ) ''تمھارے کاموں میں سب سے اہم کام میرے نزدیک نماز ہے، جو شخص نماز کی حفاظت کرے گا اور اس کی پابندی کرے گا وہ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور جو نماز کو ضائع کرے گا وہ اس کے سوا کاموں کو زیادہ ضائع کرے گا''۔

ان باتوں سے اس نصیحت کا مختصر و جامع ہونا واضح ہوتا ہے کہ اگر آدمی نماز کی پابندی کرے اور اس کو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے اچھے طریقے پر ادا کرے تو اس ایک کام کی برکت سے اس کی ساری زندگی اچھی ہو جاتی ہے۔

2۔ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ،

اور تم کوئی ایسی بات نہ کہو جس سے کبھی معذرت کرنا پڑ جائے

یہ دوسری نصیحت ہے جو آپ ﷺ نے اس صحابی کو فرمائی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو، اس پر قابو رکھو اور کوئی ایسی بات نہ کہو کہ جس پر بعد میں معذرت کرنا پڑے۔ اس نصیحت کے مختصر اور جامع ہونے کی وضاحت یہ کہ دراصل آدمی کی زبان اس کے جذبات و احساسات اور خواہشات کے اظہار کا ایک بڑا ذریعہ اور آلہ ہوتی ہے۔ انسان میں بہت سے جذبات اُبھرتے ہیں کبھی غصہ، کبھی کسی چیز کے حصول کی خواہش یا کوئی کام کرنے کی چاہت، کبھی کسی سے محبت، کبھی نفرت یا حسد، کبھی خوشی اور کبھی صدمہ وغیرہ اور ان جذبات و احساسات کا اظہار انسان عموماً زبان سے کرتا ہے۔ دنیا میں پرسکون زندگی گزارنے کے لیے بھی، دین کے راستے پر چلنے میں آسانی کے لیے بھی اور آخرت کی کامیابی کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے جذبات وخواہشات پر قابو پائے (self control) اور ان کا اظہار کرے تو صحیح موقع پر اور مناسب طریقے سے ہی کرے۔ اگر انسان کا اپنے جذبات پر قابو نہ ہو تو ایک تو اسے دین کے احکام (جو اکثر نفس پر گراں ہوتے ہیں) پر عمل مشکل لگتا ہے اور وہ جذباتی یعنی جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور بے موقع ان کا اظہار کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں اسے کوئی نقصان ہو جاتا ہے پھر وہ پچھتاتا ہے اور بعد میں سچی یا جھوٹی معذرتیں کرتا پھرتا ہے۔ گویا اس ارشاد میں آپ ﷺ نے یہ گُر کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہو جس پر تمہیں کبھی معذرت کرنا پڑے۔ بات کہنے سے پہلے سوچ لو کہ اس کے کہنے میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں، اگر فائدہ ہو تو کہو، ورنہ منہ بند رکھو۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ (متفق علیہ) ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ بات کرے تو خیر کی کرے ورنہ خاموش رہے''۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے کہ ایک سفر کے دوران میں اُنھیں نبی اکرم ﷺ کی قربت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے انھیں دین کے کئی احکام اور ان کی حکمتیں بتائیں۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ (نماز، روزہ، صدقہ اور جہاد وغیرہ کی اہمیت اور حکمتیں بتانے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا:

...... أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذَالِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلٰى، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، فَقَالَ: تَكُفُّ عَلَيْكَ هٰذَا قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يُكِبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ فِي النَّارِ اِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟ (جامع ترمذی، ح ۲۶۱۶۔سنن ابن ماجہ، ح ۳۹۷۳)

''...... کیا میں تمھیں ان تمام اعمال کو قابو کرنے والی چیز بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک کو پکڑ کر فرمایا: تم اس کو روک کر رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم جو بات کرتے ہیں، کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے تیری ماں روئے! اے معاذ! زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو لوگوں کو اوندھے منہ دوزخ میں لے کر جائیں گی''۔

گویا زبان کی حفاظت کرنے اور اس کو قابو میں رکھنے سے باقی اعمال پر بھی انسان قابو پا لیتا ہے، کیونکہ جب انسان اپنے جذبات وخواہشات پر قابو پا لیتا ہے تو اسے ایک کمال حاصل ہو جاتا ہے۔جیسا کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

''بہادر وہ نہیں ہے جو دوسروں کو بچھاڑ کر گرا دیتا ہے، اصل بہادر (باکمال) آدمی تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پا لیتا ہے''۔(متفق علیہ)

یعنی یہ کوئی بڑا کمال نہیں ہے کہ آدمی جسمانی طور پر بڑا طاقتور ہو جائے اور اپنے مقابلے میں آنے والے ہر آدمی کو بچھاڑ دے۔ یہ جسمانی طاقت تو ہاتھی، شیر اور دیگر جانوروں میں بھی بہت ہوتی ہے۔انسان کا بڑا کمال یہ ہے کہ اپنے جذبات پر اس کا کنٹرول ہو اور ان کا اظہار صحیح وقت میں تحمل، اطمینان کے ساتھ اور مناسب انداز میں کر سکتا ہو۔

فرمایا: ایسی بات ہی نہ کہو جس پر بعد میں معذرت کرنا پڑ جائے۔ یہ بعد میں معذرت کرنا کبھی تو اُس انسان سے ہوتا ہے جس کے بارے میں کوئی بات کہی کہ اس کے سامنے آدمی شرمندہ ہوتا ہے یا سچی/جھوٹی معذرت کرتا ہے۔اور کبھی یہ معذرت اللہ تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے یعنی انسان اپنی زبان سے کوئی گناہ کی بات کہہ دیتا ہے پھر غلطی کا احساس ہونے پر اللہ تعالیٰ سے معافی

مانگتا ہے۔ اگرچہ گناہ ہونے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے اور اسی طرح اگر کسی آدمی کے بارے میں کوئی ناحق بات کہی ہو تو اس سے معذرت کرنا بھی ضروری ہے لیکن بہرحال سب سے بہتر اور 'ہزار باتوں کی ایک بات' یہی ہے کہ آدمی کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی کام ایسا نہ کرے جس پر بعد میں اسے معذرت کرنا پڑے۔

3۔ وَ اَجۡمِعِ الۡیَأۡسَ عَمَّا فِی اَیۡدِی النَّاسِ

اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ (مال ومتاع) ہے اس سے ناامید رہنے کا عزم کرلو

یہ تیسری نصیحت ہے جو آپ ﷺ نے اُس صحابی کو ارشاد فرمائی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنی ساری امیدیں صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھو، بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کرو اور دنیا کے مالداروں اور سرمایہ داروں کو جو دنیاوی رونق اور قسم قسم کی نعمتیں حاصل ہیں ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو، ان سے اپنی امیدیں منقطع کرلو۔ اس کو استغناء (بے نیازی) بھی کہا جاتا ہے کہ آدمی کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا جو کچھ ہے اس پر قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہوکر زندگی گزارے۔ دنیا میں انسان کو بہت ساری ضرورتیں اور حاجتیں پیش آتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جب کوئی حاجت پیش آئے یا کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو آدمی دوسروں سے امیدیں لگالے اور ان سے مانگنا شروع کردے۔ بلکہ جو کچھ میسر ہے اس پر شکر کرے اور جو حاصل نہیں اس کے حصول کے لیے جائز طریقے پر محنت اور کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگتا رہے جب تک حاجت پوری نہ ہو اس وقت تک صبر کرے۔ دوسرے انسانوں سے سوال کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب آدمی اضطراری حالت میں ہو یا آدمی سخت مجبور ہوجائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ مال آیا، لوگوں میں سے جس جس نے آپ سے مانگا آپ ﷺ نے اس میں سے اس کو دے دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب ختم ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَصْبِرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ

''میرے پاس جو بھی مال و متاع ہوگا وہ تم سے ذخیرہ کر کے نہیں رکھوں گا، البتہ جو شخص مانگنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا اور جو بے نیازی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسروں کی محتاجی سے بچائے گا اور جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صابر بنا دے گا اور کسی آدمی کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی جو صبر سے بہتر اور بڑی ہو''۔

ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا: مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جس سے میں اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب بن جاؤں اور لوگوں کا بھی محبوب بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا:

ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَ ازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ

''دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو کچھ (مال و متاع) لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی کر لو تو لوگ تم سے محبت کریں گے''۔

اس مضمون کو حضرت علامہ اقبال نے بھی مختلف انداز میں بڑی خوبصورتی سے اپنے متعدد اشعار میں بیان کیا ہے۔ چند اشعار یہ ہیں

؎ خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

اور ؎ نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی

اور سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
''بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را''

؎ گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

اور ؎ مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کے ان ارشادات پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت

فصل دوم: حیاتیاتی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

انجینئر فیضان حسن
(پی ایچ ڈی سکالر، فیصل آباد)

(الف) ڈارون کا نظریۂ ارتقاء

1 نظریۂ ارتقاء کیوں؟

وہ لوگ جنہوں نے ''نظریۂ ارتقاء'' یا ''نظریہ ڈارون'' کا ذکر سن رکھا ہے، انھیں یہ خیال آ سکتا ہے کہ یہ تصورات صرف حیاتیات کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں اور روزمرہ زندگی میں یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہوگی کیونکہ نظریہ ارتقا ایک حیاتیاتی تصور سے کہیں بڑھ کر بددیانت فلسفے کے لئے ٹیک اور سہارے کی بنیاد بنتا ہے، جس نے لاتعداد انسانوں کے ذہنوں پر حکمرانی کی ہے۔ یہ وہ فلسفہ مادہ پرستی ہے جو ہمارے کیوں اور کیسے وجود میں آنے کے جوابات کے بارے میں غیر حقیقی نظریات کا حامل ہے۔ اس فلسفے کی روح سے مادہ پرستی میں سوائے مادے کے کچھ بھی نہیں ہے، اور مادہ ہر شے کا جوہر ہے۔ خواہ وہ نامیاتی ہو یا غیر نامیاتی۔ یہ فلسفہ دراصل ایک ایسے خالق بزرگ و برتر سے انکار کرتا ہے جسے ''اللہ'' کہتے ہیں۔ ہر شے کو مادے کی سطح تک لانے سے یہ تصور انسان کو ایک ایسی مخلوق میں ڈھال دیتا ہے جو صرف مادے کی طرف توجہ دے اور اخلاقی اقدار سے محروم ہو۔ یہ فلسفہ بے حس اور بے روح معاشرے کو جنم دیتا ہے جو صرف مادے کی طرف توجہ دیتا ہے۔

مادہ پرستی کی ایک اور بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ ان نراجی اور نزاعی نظریات کو سہارا فراہم کرتی ہے جو ریاست اور اس کے لوگوں کے دوام کو نشانہ بناتے ہیں۔ ان نظریات میں اشتراکیت

جو سر فہرست ہے مادہ پرست فلسفے کا قدرتی و سیاسی نتیجہ ہے۔ ریاست اور خاندان جیسے مقدس تصورات کو کالعدم قرار دینے کی کوشش میں یہ ہر قسم کے علیحدگی پسندانہ کاموں کے لیے بنیادی نظریہ تشکیل دیتی ہے جو ریاست کے یکجہتی ڈھانچے کے خلاف سرانجام دیے جارہے ہوں۔

کارل مارکس نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ نظریہ ڈارون نے مادہ پرستی کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کی ہے جو اشتراکیت کے لیے بھی مضبوط بنیاد ثابت ہوئی اس نے کتاب ''داس کیپٹل'' کا انتساب ڈارون کے نام کرتے ہوئے اس سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ یہ کتاب اس کا عظیم کام تصور کیا جاتا ہے، اس کے جرمن ایڈیشن میں وہ لکھتا ہے: ''ایک مخلص مداح کی طرف سے چارلس ڈارون کے لیے''۔ یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت کے بانی کارل مارکس نے ڈارون کی کتاب کے لیے''نوعِ انسانی کا آغاز'' (The origin of species) لکھی جس نے نظریہ ارتقا کی بنیاد رکھتے ہوئے تحریر کیا ''یہ وہ کتاب ہے جس میں ہمارے نقطہ نظر کے لیے قدرتی تاریخ میں ایک بنیاد موجود ہے''۔

درحقیقت ہر قسم کے اشتراکی تصورات، جن میں مارکس کے تصورات کو اوّلیت حاصل ہے، اس وجہ سے مکمل طور پر اپنی موت آپ مر چکے ہیں کیونکہ نظریہ ارتقاء جو دراصل 19 ویں صدی کا عقیدہ ہے اور جس پر اس مادے کی پوری عمارت کھڑی ہے جو جدید سائنس کی دریافتوں سے پوری طرح باطل قرار دیا جاچکا ہے، سائنس نے اسے مسترد کر دیا ہے، وہ اس مادہ پرستانہ مفروضے کو مسلسل رد کیے جارہی ہے جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ سوائے مادے کے کوئی اور شے وجود نہیں رکھتی اور یہ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ تمام جاندار کسی اعلیٰ و برتر ہستی نے تخلیق کیے ہیں۔

2 نظریۂ ارتقاء ____ تاریخی پس منظر

یہ نظریہ سب سے پہلے ارسطو نے 322-384 ق م نے پیش کیا۔ قدیم دور میں ثالیس، عناکسی، میندر، عناکسی مینس، ایمپی ووکل اور جوہر پسند فلاسفر بھی نظریہ ارتقا کے قائل تھے۔ مسلمان مفکرین میں سے ابن خلدون اور حافظ مسعودی نے بھی مشابہت کی بنا پر کسی حد تک اس نظریہ کی حمایت کی ہے۔

ڈارون کے آباواجداد مذہبی پس منظر رکھتے تھے۔ ڈارون شروع میں عیسائی مذہب کا

پیروکار تھا۔ کیمرج کرائسٹ کالج سے اس نے گریجویشن کیا۔ اس کا علم حیاتیاتی طب میں پہلے سے کوئی تحریر نہ تھا اپنی پہلی کتاب لکھنے کے بعد لاادریت کے مقام پر آ گیا۔ اس کے بعد جب مزید دو کتابیں لکھیں تو اپنے نظریہ میں پختہ ہوگیا اور اللہ کی ذات کا بھی منکر ہوگیا۔ اہل کلیسا نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

ڈارون عیسائیت کی ماوراء العقل تعلیمات کی وجہ سے مذہب بیزار تھا۔ اس سے پہلے ارسطو اور لامارک کے ارتقاء عوام میں کافی مقبول تھے۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے مطابق زندگی لاکھوں صدیوں میں مختلف ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی بندر کی شکل تک پہنچی اور پھر بندر سے ترقی پا کر انسان کی شکل میں نمودار ہوئی۔ ڈارون نے جب اپنے نظریہ کا اعلان کیا تھا اس وقت یورپ مذہب دشمنی کی رو میں بہہ رہا تھا۔ لوگ مسیحیت کی خلافِ عقل اور ناقابل فہم تعلیمات سے اُکتا گئے تھے۔ عقل وفہم کے صبر کی انتہا ہو گئی تھی۔ لوگ مذہب سے بیزار اور بغاوت پر اتر آئے تھے۔ مسیحیت کے علم برداروں کی انسانیت سوز حرکات کے خلاف اس وقت ایک طوفان اُمڈا ہوا تھا۔ ہر وہ بات جو مسیحی تعلیمات سے متصادم ہوتی لوگ اسے دیوانہ وار قبول کر لیتے تھے۔ ہر قدیم نظریہ کو مسترد کر دینا ان لوگوں کا فیشن بن چکا تھا۔ مذہب سے بیزاری کا جو عام رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کے باعث ڈارون نے جب یہ نظریہ پیش کیا تو لوگوں نے آنکھیں بند کر کے اس کو خوش آمدید کہا۔ اس نظریہ کو معرض وجود میں آئے ہوئے تقریباً پونے دو صدی کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس کے پرستاروں نے اس نظریہ کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد فراہم کرنے اور اسے ایسے دلائل سے مزین کرنے کے لیے جن کے باعث اس نظریہ کی صداقت شک وشبہ سے بالا تر ہو جائے، اپنی عمریں صرف کر دیں لیکن اس میں ان کو بری طرح ناکامی ہوئی۔ روزِ اوّل کی طرح آج بھی ان کے پاس ظن و تخمین کے سوا کوئی اور سہارا نہیں ہے۔ مختلف اوقات میں ان کے مختلف اندازے سامنے آتے رہتے ہیں اور اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ کبھی کسی غار سے دس لاکھ سال پرانا ڈھانچہ ملتا ہے اور اس کے سر کی ساخت کو کسی قسم کے بندر کے سر کی ساخت سے کچھ کچھ مشابہ قرار دیتے ہیں اور اس اندازے کا سہارا لیتے ہوئے انسان کو بندر کی ترقی یافتہ شکل کہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ مختلف جانوروں میں مصنوعی نسل کشی کے ذریعے سے ان کی نسل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں

اسی طرح اگر بندر میں بھی تبدیلی رونما ہوگئی ہو اور اس نے انسان کا روپ دھار لیا ہو تو کیا بعید ہے؟ کبھی تشریح الابدان کے ماہرین کے حوالے سے انسانی جسم کے چند اعصاب ڈھونڈ نکالتے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ان کا انسانی جسم میں کوئی مصرف نہیں۔ اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی جسم کے جن اعضاء کو یہ اعضاء مصروفِ کار رکھتے تھے وہ اعضاء مختلف ارتقائی مدارج میں ناپید ہو گئے مگر یہ اعضاء باقی رہ گئے اور پھر ان ناپید اعضاء کو انسانی دم کا نام دیتے ہیں، کبھی مختلف براعظموں کے انسانوں کے وصفی اختلافات کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ اگر یہ اختلاف موجود ہیں تو تدریجی ارتقاء بھی بعید از امکان نہیں ہے۔ یہ اور اس قسم کے دیگر تمام قیاسات جن پر یہ نظریہ قائم ہے، ظن وتخمین کے سوا کچھ نہیں۔ اس نظریہ کے ثبوت کے لیے جتنے بھی قیاسات پیش کیے گئے ہیں وہ فکر ونظر کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اُترتے اور نہ ہی انھیں سائنسی نظریہ کہا جا سکتا ہے۔ اس نظریہ کا پرچار کرنے والے اپنے ایک بیان کی ایک پیچیدگی دور کرنے کے لئے مزید کئی پیچیدگیوں سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

اس نظریہ کے حاملین عیسائیت سے شعوری یا لاشعوری طور پر بدلہ لینے کے لیے مذہب سے کوسوں دور چلے گئے اور خالق کائنات کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھے۔ تاہم انسان کی ابتدا کے بارے میں کوئی واضح سائنسی ثبوت ابھی تک سامنے نہیں آ سکا ہے۔ اِس نظریے کا پرچار کرنے والوں میں مادہ پرست، دہریت پرست اور اشتراکیت نواز شامل ہیں۔ یہ تینوں بظاہر الگ الگ مکاتبِ فکر ہیں مگر ان تینوں کی قدر مشترک اللہ تعالی کی ہستی سے انکار ہے۔

برصغیر میں اس نظریے کو متعارف کروانے اور عوام میں مقبول بنانے کے لئے مغربی افکار سے مرعوب قرآنی مفکرین نے اِسے اپنایا اور اس کا خوب چرچا کیا۔ سرسید احمد خان جو یورپ میں کافی عرصہ رہے، ڈارون کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے اس نظریہ میں جدت پائی تو اِسے قبول کر لیا اور اس کے بعد ادارہ طلوعِ اسلام نے سرسید کی تقلید میں اس نظریے کا پرچار کیا۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کو مغربی مفکرین، مادی اور سائنسی لحاظ سے رد کر چکے ہیں مگر برصغیر کے قرآنی مفکرین اِسے سینے سے لگانا فخر سمجھتے ہیں۔ یہ وہی مفکرین ہیں جنہوں نے حدیث کے یقینی علم کا انکار کیا۔ غلام احمد پرویز نے بھی اس نظریہ کو اِن دو شرائط کے ساتھ قبول کر لیا تھا:

(1۔ پہلے جرثومہ حیات میں زندگی خود بخود نہیں آئی تھی بلکہ اللہ نے عطا کی تھی۔

(2۔ اِنسان کا فکر و شعور اِرتقا کا نتیجہ نہیں بلکہ نفخ خداوندی کا نتیجہ ہے۔

3 انسان کا تخیلاتی شجرۂ نسب

ڈارونی نظریہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آج کے انسان ماضی کے بوزنہ نما جانوروں سے ارتقائی عمل کے ذریعے موجودہ شکل وصورت میں آئے ہیں، اس فرضی اور قیاسی عمل ارتقا کے دوران جو 4 سے 5 ملین برس قبل شروع ہوا تھا۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جدید انسان اوراس کے آباو اجداد کے درمیان کچھ ''عبوری شکلیں'' موجود تھیں۔ اس کی مکمل طور پر تخیلاتی منظرنامے کے مطابق درج ذیل چار بنیادی درجے بنتے ہیں۔

(1۔ آسٹرالوپیتھی سینز (Australopithecines)

(2۔ قدیم انسان(Homo habilis)

(3۔ دورِ وسطی کا انسان(Homo erectus)

(4۔ موجودہ انسان(Homo Sapiens)

ارتقا پسند انسانوں اور بوزنوں کے ان مشترک نام نہاد آباء و اجداد کو Australopithecus کہتے ہیں جن سے مراد ''جنوبی افریقی بوزنے'' ہیں۔ یہ سوائے بوزنے کی ایک قدیم نسل کے اور کچھ نہیں ہیں، جو اب کرہ ارض سے مٹ چکی ہے اور جس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سے چند ایک جسمانی طور پر خوب صحت مند اور توانا جبکہ دوسری قسم میں چھوٹے اور دبلے پتلے جسم کے حامل بوزنے شامل ہیں۔

اِرتقا پسند انسانی ارتقا کے اگلے مرحلے کو ''ہومو'' کے درجے میں رکھتے ہیں، جس کے معنی ہیں ''انسان'' ارتقا پسندوں کے دعوے کے مطابق اس درجے کے زندہ جانور Australopithecus کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور یہ جدید انسان سے زیادہ مختلف بھی نہیں ہیں۔ ہمارے عہد کا جدید انسان یعنی Homo sapiens اس نوع کے جانداروں میں آخری مرحلے میں ارتقائی عمل سے گزر کر موجودہ شکل میں آیا۔ فوسلز میں سے ''جاوا مین''، ''پیکن مین'' اور ''لوسی'' جو ذرائع ابلاغ پر وقتاً فوقتاً آتے رہے اور جن کا ذکر اِرتقا پسندوں کی

تصانیف میں آتا ہے۔ ماضی کے چند عبوری شکلوں کے حامل امیدوار جاندار مثلاً Ramapithecus کو تخیلاتی انسانی ارتقاء کے شجرۂ نسب سے اس وقت نکال دیا گیا تھا جب ان کے بارے میں یہ پتا چلا تھا کہ یہ عام بوزنے تھے۔

اِس مربوط زنجیر کا خاکہ اس طرح بنایا جائے۔

آسٹرالوپیتھی سنیز ___ قدیم انسان ___ دورِوسطی کا انسان ___ موجودہ انسان

ارتقاء پسندوں کے خیال میں ان انواع میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا مورثِ اعلیٰ ہے۔ فطری طور پر تمام دریافتوں اور سائنسی تحقیقات نے یہ انکشاف کیا ہے کہ فوسل ریکارڈ نے کسی ایسے ارتقائی عمل کے بارے میں نہیں بتایا جسے ارتقا پسند پیش کرتے ہیں۔ وہ فوسلز جن کے بارے میں ارتقا پسند یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ انسانوں کے آباواجداد ہیں، دراصل یا تو مختلف انسانی نسلوں کے ہیں یا بوزنے کی انواع کے۔ ماہرین قدیم حیاتیات نے حال ہی میں انکشاف کیا ہے کہ یہ چاروں انواع بیک وقت دنیا کے مختلف خطوں میں پائی جاتی تھیں۔ مزید یہ کہ انسانی نسل کے ایک حصہ کو جسے قدیم انسان کا عہد قرار دیا جاتا ہے، ایک جدید عہد تک زندہ وسلامت رہنے کا حکم ملا ہے۔ موجودہ انسان پتھر کے زمانے کا انسان (نینڈرتھل) اور جدید انسان ایک ہی خطہ ارض میں موجود تھے۔ یہ صورتِ حال بظاہر تو اس دعوے کے باطل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے آباواجداد ہیں۔

4 نظریۂ ارتقاء ___ ایک غیر سائنسی عقیدہ

برطانیہ کے سائنسدانوں میں ایک بہت نامور اور محترم شخصیت Lord Solly Zuckerman کی ہے، وہ برسوں تک فوسل ریکارڈ کا مطالعہ کرتا رہا اور کئی ایک بڑے مفصل تحقیقی مطالعات مکمل کیے۔ اسے ''لارڈ'' کا خطاب سائنسی خدمات کے اعتراف میں ملا۔ وہ ایک ارتقا پسند ہے، اس لیے ارتقا پر اس کا تبصرہ جان بوجھ کر غلط رائے دینے کا الزام کبھی نہیں لے سکتا۔ فوسلز پر کئی برسوں کی تحقیق کے بعد جس میں انسانی ارتقا کا منظر نامہ بھی شامل تھا وہ اس فیصلے پر پہنچا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی شجرہ نسب نہیں ہے۔ Zuckerman نے ایک دلچسپ ''سائنسی طیف'' بنایا۔ اس نے سائنسی علوم کا طیف تشکیل دیا جو سائنسی اور غیر سائنسی کے درمیان

پھیلا ہوا تھا۔اس کے طیف کے مطابق نہایت ''سائنسی'' یعنی سائنس کے ٹھوس اعداد و شمار والے شعبوں کیمیا اور طبیعات پر انحصار کرتے ہوئے اسے مکمل کیا گیا تھا۔اس کے بعد حیاتیاتی علوم کی باری آتی ہے اور پھر سماجی علوم کی۔اس طیف کے آخری سرے پر، جسے نہایت ''غیر سائنسی'' تصور کیا جاتا ہے، ''اضافی حسی ادراک'' کو رکھا گیا ہے۔تصورات مثلاً ٹیلی پیتھی اور چھٹی حس اور سب سے آخر میں آتا ہے ''انسانی ارتقاء''۔Zuckerman اپنے استدلال کو یوں پیش کرتا ہے:

''ہم پھر معروضی سچ کے تاثر سے نکل کر حیاتیاتی سائنس کے شعبوں کی طرف جاتے ہیں۔مثلاً اضافی حسی ادراک یا انسان کے فوسلز کی تاریخ کی تشریح، جہاں عقیدہ و یقین رکھنے والوں کے لیے کوئی بھی بات ممکن ہوسکتی ہے اور جہاں ایک پختہ یقین رکھنے والا بعض دفعہ ایک ہی وقت میں بہت سی متضاد باتوں پر یقین کر لیتا ہے۔''

پھر وہ وجہ کیا ہے جو اتنے سارے سائنسدانوں کو اس عقیدہ کے بارے میں اس قدر راسخ العقیدہ بنا دیتی ہے وہ اپنے نظریے کو زندہ رکھنے کے لئے اس قدر سخت کوشش کیوں کر رہے ہیں اور وہ بھی بے شمار تضادات کو تسلیم کر لینے کی قیمت ادا کر کے اور اس ثبوت کو رد کرتے ہوئے جس تک وہ پہنچ چکے ہیں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ وہ اس حقیقت سے خائف ہیں جس کا سامنا انھیں اس وقت کرنا پڑے گا جب وہ نظریۂ ارتقاء کو ترک کر دیں گے۔وہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق اللہ نے کی ہے۔تاہم ان قیاسات کو سامنے رکھتے ہوئے جوان کے دل و دماغ میں موجود ہیں اور اس مادہ پرستانہ فلسفے کی روشنی میں، جس پر وہ یقین رکھتے ہیں۔تخلیق ارتقاپسندوں کے نزدیک ایک نا قابلِ قبول تصور ہے۔اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اس ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے دنیا بھر کو فریب دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ تعاون کرتے ہیں۔اگر انھیں ضروری فوسلز نہیں ملتے تو وہ انھیں یا تو تصوراتی تصویروں اور من گھڑت نمونوں کے ذریعے ''جعلسازی'' کی شکل میں بنا لیتے ہیں یا یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسے فوسلز موجود ہیں جو ان کے نظریہ ارتقاء کی تصدیق کرسکیں۔چند ایک ذرائع ابلاغ بھی جوان کے مادہ پرستانہ نکتہ نظر میں شریک ہوتے ہیں عوام کو فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کے لاشعور میں ارتقاء کی کہانی بتدریج داخل کر دیتے ہیں۔

قطع نظر اس بات کے کہ وہ کس قدر سخت کوشش کرتے ہیں، یہ سچ بالکل عیاں ہے کہ:

''انسان کسی ارتقائی عمل کے ذریعے وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کو اللہ نے تخلیق کیا ہے۔ اس لیے وہ اپنے خالق کے سامنے جوابدہ ہے۔ خواہ وہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے میں جس قدر بھی حیل وحجت کیوں نہ دکھائے۔''

5 نظریۂ ارتقاء پر اعتراضات:

نظریہ ارتقاء کو شروع سے ہی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر بہت سے تجربات بھی کیے گئے۔ تاہم بہت سے سائنس دانوں اور مفکرین نے اس نظریہ پر علمی وتحقیقی اعتراضات بھی کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

ا۔ زندگی کی ابتدا:

زندگی کی ابتدا کے بارے میں نظریہ ارتقا کی ہر ناکام دلیل کے بعد مائیکرو بیالوجی کے ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر چیز کے پیدا کرنے والا کوئی ضرور ہے۔ خود بخود کوئی بھی چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی ارتقا کے نتیجہ میں کوئی مخلوق ترقی پا سکتی ہے۔ عصر حاضر میں لوگ لاعلمی کی بنیاد پر نظریہ ارتقا کو سائنس سمجھے ہوئے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ وسیع النظری سے اگر کوئی سائنس دان کام کر رہا ہوتو لوگ اس کی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔

نظریہ ارتقاء میں زندگی کی ابتدا کے بارے میں غیر سائنسی انداز سست بتایا گیا ہے کہ معلول موجود ہے مگر علت کا کوئی علم نہیں ہے۔ زندگی کی ابتدا کا معمہ سائنس کی دسترس سے باہر ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات انسان کے احاطہ ادراک میں بھی نہیں ہے۔ انسانی ذہن شاید اس راز کو کبھی بھی نہ پا سکے۔

یہ نظریہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ شروع سے آج تک کھرب ہا کھرب جرثومے انشقاقی طریقے (Fission Method) سے اپنی نسل جاری رکھے ہوئے ہیں مگر کسی جرثومے کو آج تک کسی نے نباتات بنتے نہیں دیکھا۔

ب۔ ارتقائی مشاہدات کا فقدان:

ارتقا کا ایک چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی آج تک کسی انسان کے مشاہدہ میں نہیں آ سکا۔

کہ کوئی چڑیا ارتقائی منازل طے کر کے مرغا بن گئی ہو۔ کوئی گدھا ارتقائی منازل کے بعد گھوڑا بن گیا ہو۔ لوگوں نے کسی چمپینزی، گوریلا، بندر یا بن مانس کو انسان بنتے نہیں دیکھا۔ حیوانات جس طرح ابتدا میں تخلیق ہوئے تھے بالکل اسی طرح آج بھی موجود ہیں۔ حشرات الارض جیسی کمزور مخلوق بھی حوادثِ زمانہ کے ساتھ ختم نہ ہوسکی اور عصر حاضر میں بھی اسی طرح موجود ہے جیسا کہ شروع سے تھی۔ ریشم کے کیڑے کی داستانِ حیات بھی ارتقا کے نظریہ کی تردید کرتی ہے۔ غرض یہ کہ بڑے سے بڑے جانور سے لے کر کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض تک تمام جانور جس طرح روزِ اول سے خالق نے تخلیق کیے تھے آج بھی اسی خلقت میں موجود ہیں۔

ج۔ ناتواں مخلوق کا وجود:

خالق نے کائنات میں یہ اصول وضع کیا کہ طاقتور مخلوق کمزور کو اپنی خوراک کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کمزور مخلوق دنیا سے نیست و نابود ہو جائے اور صرف طاقتور مخلوق کا وجود دنیا میں باقی رہ جائے۔ نظریہ ارتقا کے مطابق دنیا پر پہلا انسان کمزور اور ناقص العقل خیال کیا جاتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہی تھا تو اس وقت کے شیروں اور دیگر طاقتور درندوں سے کیسے بچ گیا؟ انسان اپنی اس ابتدائی کمزوری میں تنازع للبقا میں کیسے کامیاب ہوا؟ اس طرح عرصہ دراز سے کمزور سپیشیز سینکڑوں سالوں سے اِسی طرح کمزور ہی چلی آتی ہیں، نہ تو حوادثِ زمانہ نے انھیں ختم کیا اور نہ ہی یہ معدوم ہوئیں۔

د۔ انسان کا شعوری ارتقاء:

انسان اور بندر کے ذہن اور شعور میں واضح فرق ہے۔ انسان کی سوچ سمجھ اور تخلیقی صلاحیتوں جیسی صفات بندر میں نہیں ہیں۔ نظریہ ارتقا کے مطابق ابتدائے زندگی سے بندر بننے تک شعوری ترقی دو ارب سال میں واقع ہوئی۔ اس لحاظ سے بندر اور انسان کی شعوری ترقی کے فرق میں کئی ارب سال کا عرصہ درکار تھا جبکہ زمین کی عمر صرف پندرہ ارب سال بتائی جاتی ہے۔ تو انسان میں عظیم الشان ذہنی ترقی اتنے تھوڑے عرصہ میں کیسے آ گئی جبکہ نسل انسانی کی ابتدا سے تا حال سائنسی ترقی انسانی ذہن کی کامیابیوں کے بارے میں بتاتی ہے کہ صرف ایک صدی میں انسان نے اپنے دماغ سے کام لے کر بہت زیادہ ترقی کر لی ہے۔ اس تھوڑے وقت

میں اتنی بڑی ترقی اور پچھلے اربوں سال کے عرصہ میں ترقی نام کی بھی نہیں۔ یہ بات بھی عقل سے بالاتر ہے۔

ہ۔ رکاز (Fossils) اور ڈھانچے:

انسانوں اور جانوروں کی وہ ہڈیاں یا ڈھانچے جو عرصہ دراز سے مدفون تھے اور اب ملے ہیں نظریہ ارتقاء کی رو سے انسان میں کم تر جانوروں کے ڈھانچے زمین کے زیریں حصہ میں جبکہ انسان کے ڈھانچے زمین کے اوپر والے حصے میں ہونے چاہیں مگر مشاہدات اس کے برعکس ہیں۔

برٹش میوزیم والوں نے، گڑھے سے ملنے والے ایک قدیم ڈھانچے پر ریڈیو ایکٹو تجربات کیے اور اس کے بعد اس ڈھانچے کو اپنے میوزیم سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ کیونکہ وہ اتنا پرانا نہیں تھا جتنا کہ ڈارونزم والوں نے بتایا تھا۔ گڑھے سے جس قدیم ترین مخلوق کا ڈھانچہ ملا تھا۔ اس کے دماغ کا وزن 130 گرام تھا۔ جب کہ انسانی دماغ کا اوسط وزن 1350 گرام ہے۔ آج تک جتنے بھی ڈھانچے ملے ہیں ان میں کوئی بھی انسانی ڈھانچہ ایسا نہیں ملا جو دس ہزار سال سے زیادہ پرانا ہو۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں ایک گڑھے سے کسی بندر کی ملنے والی اس کھوپڑی کے بارے میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔

Piltdown man was discovered when some bones were found in 1912 on Piltdown Common in southern England. It was later proved to be a trick, perhaps meant to be a joke. When Scientific tests showed that they were a mixture of modern human and ape bones that had been treated to look ancient.

(قبل از تاریخ انسانی ہڈیاں جنوبی انگلستان میں 1912 میں، دریافت ہوئیں۔ بعد میں یہ ایک چال ثابت ہوئی۔ شاید اس کا مطلب مذاق تھا۔ جب سائنس دانوں نے تجربات کے ذریعے بتایا کہ یہ جدید انسان اور بندر کی ہڈیوں کا ملغوبہ تھا جو پرانا دکھائی دینے کے قابل بنایا گیا تھا۔)

و۔ اپنڈکس:

ڈارونزم کے حامی انسان آنتوں میں پائی جانے والی ایک بافت اپنڈکس، کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ارتقائی سلسلہ کی بے مقصد باقیات ہے۔ مگر جدید تحقیقات سے یہ بات سامنے

آئی ہے کہ یہ آنتوں کے لیے لعاب کا اخراج کرتی ہے اور عمل ہضم کے لیے فائدہ مند بیکٹر یا کی تعداد میں باقاعدگی پیدا کرتی ہے۔اس سے نظریہ ارتقا کا غیر حقیقی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

6 نظریہ ارتقاء ــــــ ڈارون کی متعصّبانہ سوچ

ڈارونزم کے کئی گوشے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں جن میں سے ایک اس کی نسل پرستی ہے۔ وہ یورپی باشندوں کو دیگر انسانی نسلوں کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ سمجھتا تھا۔ڈارون نے یہ فرض کیا کہ انسان بندر کی قسم کی مخلوق سے بذریعہ ارتقائی عمل موجودہ صورت تک پہنچا ہے۔ اسے قیاس کے مطابق چند نسلیں ایسی تھیں جنھوں نے دوسری نسلوں کی نسبت زیادہ ترقی کی اور مؤخرالذکر کے خدوخال ابھی تک بندروں جیسے تھے۔ اپنی کتاب ''نزول انسان'' میں جو ''جانداروں کی ابتداء'' کے بعد شائع ہوئی،اس نے مختلف نسلوں کے انسانوں کے درمیان نمایاں امتیازات پر بڑی بے باکی سے تبصرہ کیا۔ڈارون نے اپنی اس کتاب میں سیاہ فام باشندوں اور آسٹریلوی مقامی باشندوں کو گوریلوں کے برابر قرار دیا اور پھر نتیجہ یہ نکالا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب مہذب نسلیں انھیں ختم کر دیں گی۔ وہ لکھتا ہے:

> ''مستقبل میں کسی وقت اور وہ وقت زیادہ دور نہیں، اگر ہم اس کا تعین صدیوں میں کریں کہ دنیا بھر سے انسان کی مہذب نسلیں یقیناً وحشی نسلوں کو نیست و نابود کر کے ان کی جگہ خود لے لیں گی۔اس کے ساتھ ساتھ انسانی صورت سے متعصب بندر بھی بلاشبہ مٹا دیے جائیں گے۔ ایک زیادہ مہذب ریاست اور کوہ کاف کے رہنے والے سنسان کے درمیان جو تسلسل کا خلل نظر آئے گا وہ اسی طرح ہوگا جس طرح ایک بندر بابون کی سطح تک نیچے آ جائے جیسا کہ آج کل ایک حبشی یا آسٹریلوی اور ایک گوریلے میں نظر آتا ہے''۔

ڈارون کے ان لغو خیالات کو نہ صرف یہ کہ ایک نظریاتی شکل دیدی گئی بلکہ انھیں اس سطح تک لایا گیا جہاں وہ نسل پرستی کے لیے نہایت اہم سائنسی بنیاد فراہم کرتے تھے۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ جاندار زندگی کے لیے کی جانے والی جدوجہد میں ارتقائی عمل سے گزرے، ڈارونیت کو تو سماجی علوم تک کے مطابق ڈھال لیا گیا تھا اور انھیں ایک ایسے تصور میں بدل دیا گیا تھا

جسے سماجی ڈارونیت کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔ سماجی ڈارونیت اس بات پر بحث کرتی ہے کہ موجودہ انسانی نسلیں ارتقائی زینے کے مختلف ڈنڈوں پر براجمان ہیں اور یہ کہ یورپی نسلیں سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھیں اور دوسری بہت سی نسلیں اب بھی بندر کے خدوخال رکھتی ہیں۔

7 سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن اور نظریہ ارتقاء

سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن کی جانب سے نظریہ ارتقاء کی حقیقت پر بین الاقوامی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ ارتقاء کا پروپیگنڈا جس نے تاخیر سے زور پکڑا قومی اعتقادات اور اخلاقی قدروں کے لئے ایک خطرہ ہے۔ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن جو اس حقیقت سے خوب آگاہ ہے، اس نے ترک عوام کو اس معاملے میں سائنسی سچائی کے متعلق باخبر کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔

1۔ پہلی کانفرنس۔استنبول: وہ بین الاقوامی کانفرنسیں جن کے ایک سلسلے کی پہلی کانفرنس 1998ء میں منعقد ہوئی۔ موضوع تھا: ''نظریہ ارتقا کی موت: تخلیق کی حقیقت''۔ یہ 14 اپریل 1998ء کو استنبول میں ہوئی۔ اس کانفرنس کو بے حد کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں دنیا بھر کے ماہرین نے شرکت کی اور ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جس پر نظریہ ارتقا پہلی بار زیر بحث آیا اور ترکی میں اس کو سائنسی طور پر مسترد کر دیا گیا۔ اس کانفرس میں ترکی اور بیرونی دنیا کے مشہور مقررین کو دعوت دی گئی تھی۔ اس میں نظریہ ارتقا کے درپردہ عزائم کو ظاہر کیا گیا۔ دنیا کے دو مشہور سائنسدانوں نے اس کانفرس میں شرکت کی ان کا تعلق امریکہ سے تھا اور یہ دونوں حیاتیاتی کیمیا اور قدیم حیاتیاتی موضوعات پر اتھارٹی ہیں، ان دونوں سائنس دانوں نے مکمل ثبوت کے ساتھ اظہار کیا کہ نظریہ ارتقا کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کانفرنس کے دوران اس دور کے ترکی کے ایک مشہور سائنس دان نے انسان کی تخلیق کے ہر مرحلے سے متعلق معجزات کی وڈیو فلم دکھائی، جس سے ارتقا پسندوں کے اتفاقات وانطباقات کی جڑیں تک ہل کر رہ گئی تھیں۔

2۔ دوسری کانفرنس۔استنبول: اسی سلسلے کی دوسری بین الاقوامی کانفرس پہلی کانفرس کے تین ماہ بعد جولائی 1998ء کو استنبول کے ہال میں منعقد ہوئی۔ مقررین میں چھ امریکی اور ایک ترک تھے۔ ان سب نے یہ نکتہ پیش کیا کہ ڈارونی نظریہ کس طرح جدید سائنس سے بے خبر اور نامعتبر

ہو گیا ہے۔اس کانفرنس کے مقررین اوران کے موضوعات کا خلاصہ درج ذیل تھا۔

پروفیسر مائیکل جیرالڈ کی تقریر کا موضوع تھا کیا زندگی کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ اتفاق اور انطباق سے وجود میں آ جائے۔ پروفیسر موصوف کا تعلق Southern Louisiana یونیورسٹی کے شعبہ جات سے تھا۔ آپ نے مختلف مثالوں کی مدد سے لحمیات کی پیچیدگی اور زندگی کی اساسی اکائیوں پر سیر حاصل بات کی اور اختتامی حصے میں کہا کہ زندگی ایک ماہر ہنرمند کے بنائے ہوئے ڈیزائن کے نتیجہ میں وجود میں آئی۔

ڈاکٹر ایڈورڈ بوڈریکس نے اپنی تقریر کیمیا میں ڈیزائن میں یہ بات پیش کی کہ کچھ کیمیائی مادے ضرور تخلیق کے ذریعے ارادے کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہوں گے تاکہ زندگی کو وجود مل سکے۔ موصوف شعبہ کیمیا میں پروفیسر ہیں اور New Orleans یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔

Prof. Corl Fliermans امریکہ کے نامور سائنسدان اور انڈیا یونیورسٹی میں شعبہ خوردحیاتیات کے پروفیسر ہیں۔ آپ نے ارتقاپسندوں کے دعووں کو خوردحیاتیاتی سطح پر مسترد کردیا۔

Prof. Edip Kela کانفرنس کے واحد ترک مقرر تھے اور شعبہ حیاتیاتی کیمیا میں پروفیسر ہیں۔ انھوں نے خلیے پر بنیادی معلومات پیش کیں اور بذریعہ ثبوت اس بات پر زور دیا کہ خلیہ شعوری تدبیر کے نتیجہ میں وجود پاسکتا تھا۔

Prof. Duane Gish نے جو ایک مشہور ارتقا پسند ماہر ہیں، اپنی تقریر بعنوان ''انسان کی ابتداء'' میں انسان کے بندروں سے ارتقا کے دعوے کو مسترد کیا۔

آئی سی آر (Institute of creation Research) کے صدر پروفیسر جان مورس ایک مشہور ماہر ارضیات ہیں۔ آپ نے ارتقا کے پس پشت موجود نظریاتی اور فلسفیانہ عقائد پر تقریر کی۔ موصوف نے مزید اس بات کی وضاحت کی کہ یہ نظریہ ایک کٹر عقیدے میں تبدیل ہو گیا ہے اور اس کا دفاع کرنے والے ڈارونیت میں ایک مذہبی جوش و جذبے سے یقین رکھتے ہیں۔

ان تمام تقاریر کو سننے کے بعد سامعین نے دیکھا کہ ارتقا ایک مذہبی عقیدہ ہے، جسے سائنس نے ہر پہلو سے باطل قرار دے دیا ہے۔ مزید برآں ایک پوسٹر پر یہ عبارت درج تھی ''نظریہ ارتقا کی موت: تخلیق کی حقیقت''۔ اس کانفرنس میں 35 پوسٹر آویزاں کئے گئے تھے، ان

میں سے ہر ایک پر یا تو ارتقاء کے دعوے کی کوئی بنیادی بات درج تھی یا تخلیق کا ثبوت تحریر تھا۔

3۔ تیسری کانفرنس۔ انقرہ: اس سلسلے کی تیسری کانفرنس 12 جولائی 1998ء کو انقرہ کے شیریٹن ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ شرکاء کانفرنس میں ایک ترک اور تین امریکی شامل تھے، انھوں نے بہت واضح اور تفصیلی ثبوت پیش کیے کہ جدید سائنس نے ڈارونیت کو باطل قرار دے دیا ہے۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کی کامیابی کے بعد سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن نے ترکی کے طول وعرض میں ایسی ہی کانفرنسوں کے انعقاد کا انتظام کرنا شروع کر دیا تھا۔ تاہم اگست 1998ء اور فروری 1999ء کے درمیان 35 کانفرنسیں مختلف شہروں میں منعقد کی گئیں تھیں۔

8 نظریۂ ارتقاء کا اِبطال از روئے کلامِ الٰہی

قرآن حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے، یہ حق وصداقت کا نڈر ترجمان ہے، اسے اپنی سچائی کے لیے نہ کسی فلسفی کی تائید کی ضرورت ہے اور نہ کسی قدیم یا جدید سائنس دان کے کسی نظریے یا تجربے کی۔ قرآن حکیم قائد ہے اور باقی تمام علوم اس کے پیرو ہیں۔ یہ راہنما ہے اور باقی تمام علوم اس کے مقلد ہیں۔ انسان کی پیدائش کے متعلق کئی نظریات پیش کیے گئے جو اپنی موت آپ مر گئے لیکن قرآن حکیم اپنے روایتی انداز کے مطابق کبھی کسی باطل نظریہ سے نہ تو خائف ہوا ہے اور نہ ہی ہراساں۔ انسان کی ابتدا اور پیدائش کے بارے میں قرآن حکیم کے حقائق کے خلاف بقیہ تمام نظریات ظن وتخمین اور ناقص استقراء پر مبنی ہیں، ان کا کوئی بھی سرا نہیں ملتا درمیان کی کئی کڑیاں بھی گم ہیں چند بکھری کڑیوں کو زبردستی جوڑ کر ایک زنجیر کا نام دے دینا کبھی بھی حقیقت نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس سے اِستقراء نام تسلیم کر کے اس سے کوئی نظریہ اخذ کرنا دانش مندی ہے۔ قرآن کی درج ذیل آیات مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ نظریہ ارتقاء ایک باطل عقیدہ ہے۔

1۔ تخلیقِ آدم اور نظریۂ ارتقاء:

قرآن حکیم میں آدم کا تذکرہ کسی ایک جگہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ مختلف مقامات پر موقع ومحل اور شانِ نزول کے مطابق مختلف سورتوں میں مختلف مراحل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام تخلیقی مراحل مٹی کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے ہیں، جن کو قرآن حکیم میں مختلف جگہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

1۔ تراب بمعنی خشک مٹی

اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ O (آل عمران:59)

''عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہوجا تو وہ (انسان) ہوگئے''۔

2۔ ارض یعنی زمین:

وَ اللّٰہُ اَنْبَتَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا O (نوح:17)

''اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے''۔

3۔ طین بامعنی گیلی مٹی یا گارا:

ھُوَ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ طِینٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ O (الانعام:02)

''وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے پھر بھی تم (اے کافرو اللہ کے بارے میں) شک کرتے ہو''۔

4۔ طین لازب بمعنی چپکتی ہوئی مٹی:

فَاسْتَفْتِھِمْ اَھُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِنْ طِینٍ لَّازِبٍ O

''تو ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے؟ انہیں ہم نے چپکتے گارے سے بنایا ہے''۔ (الصافات:11)

5۔ حما مسنون بمعنی بدبودار کیچڑ:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ O (الحجر:26)

''اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے''

6۔ صلصلال بمعنی ٹھیکرا، حرارت سے پکائی ہوئی مٹی:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O

’’اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے
گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں‘‘۔(الحجر:28)

7۔ صلصال کالفخار یعنی ٹن سے بجنے والی ٹھیکری:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ O(الرحمٰن:14)

’’اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا‘‘۔

یہ سات مراحل ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت آدم کا جسم بنانے کے لیے پہلے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اس مٹی میں پانی ملا کر اسے گوندھا گیا، پھر کافی عرصہ گزر جانے کے بعد یہ کیچڑ ٹپکنے لگی، اس کے بعد حضرت آدم کا قالب بنایا گیا، اس قالب کو حرارت سے قدرے پکایا گیا جس سے یہ جسم کھنکھناتی ہوئی مٹی جیسا ہو گیا۔ ان تمام مراحل کے مکمل ہونے کے بعد اس قالب میں روح پھونکی گئی۔ یہ ساتوں مراحل جمادات میں ہی پورے ہو جاتے ہیں۔ مٹی میں پانی کی آمیزش تو ہوئی مگر بعد میں وہ بھی پوری طرح خشک کر دیا گیا۔ ان سات مراحل میں کہیں بھی نباتات یا حیوانات کا ذکر نہیں آیا۔ یوں نظریہ ارتقاء قرآن حکیم کے بیان کردہ حقائق کے الٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ہر روز مشاہدہ کر کے انسانِ اوّل کے معرضِ وجود میں آنے کے لیے نظریہ ارتقاء جیسا افسانوی انداز اختیار کرنا اور اس کو قبول کرنا سراسر خلافِ عقل ہے۔

2۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیات اور نظریہ ارتقاء

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو کہ نظریہ ارتقاء کو غلط ثابت کرتی ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا:

قَالَ يَاِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:75)

’’اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس کے
آگے سجدہ کرنے سے تجھ کو کس نے منع کیا؟‘‘

2۔ قوتِ ارادہ واختیار:

غور طلب بات یہ ہے کہ جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس میں ارتقاء

کے تسلسل کے عمل میں ارادہ واِختیار کی قوت خود بخود کب اور کہاں سے آئی؟

3۔ نفس واحدہ اور نظریہ ارتقاء:

ڈارون کے نظریہ ارتقا کے مطابق ہزاروں اجناس میں سے صرف ایک انسان کی پیدائش فردِ واحد کے طور پر عمل میں آنا ناممکن ہے بلکہ اس کے برعکس یہ نظریہ اس امر کو ممکن تصور کرتا ہے کہ ارتقائی عمل سے بیک وقت بہت سے انسان پیدا ہو جائیں۔ قرآنِ حکیم اس بات کو حتمی طور پر بیان کرتا ہے کہ بنی نوعِ انسان کی تخلیق صرف ایک آدمی سے ہوئی۔ ابتدائی انسان صرف ایک تھا۔ بیک وقت ایک سے زائد انسان معرضِ وجود میں نہیں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک انسان کو پیدا فرمایا اور اِسی سے اس کی جوڑی کے طور پر اس کی ساتھی کی پیدائش عمل میں آئی پھر اس جوڑی سے مردوں اور عورتوں کا سلسلہ چلا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا O (النساء: 01)

’’لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔ اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے‘‘۔

نفس واحد کا اطلاق کبھی بھی یک خلوی جاندار پر نہیں ہوتا۔ یک خلوی جاندار جنس کے تعین کے بغیر صرف غیر جنسی طریقہ سے اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ جب کہ اوپر درج کردہ آیت میں زوج کا ذکر حضرت آدم کی مؤنث کے لیے ہے اور ان دونوں سے انسانی نسل کا اجرا جنسی تولید کی دلیل ہے۔

ان آیات کو بنیاد بنا کر ڈارونزم کا پرچار کرنے والے حضرات کہتے ہیں کہ نفسِ واحدہ سے مراد زندگی کی ابتدا کرنے والا جرثومہ ہے جو سمندر کے کنارے کائی سے پیدا ہوا تھا۔ اس کائی کے ٹکرے کے بارے میں بھی یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کہ پہلے یہ دو حصوں میں تقسیم ہوا اور جب یہ دو حصے بڑے ہوئے تو ان کے پھر دو دو ٹکڑے ہوئے اور یوں تقسیم در تقسیم ہوتے

ہوتے زندگی میں وسعت آتی گئی۔اس طریقہ میں پہلے جمادات تھے، پھر نباتات وجود میں آئے اور نباتات کے بعد حیوانات بنے آخر میں حیوانات کے بعد انسان وجود میں آئے۔ حالانکہ ﴿خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا﴾ سے مراد حضرت آدم کی بیوی ہے۔اور ﴿وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً﴾ سے مراد یہ ہے کہ اس پہلے جوڑے سے ان کی اولاد توالد وتناسل کے ذریعے سے پیدا ہوئی۔ایک جرثومہ سے زندگی کی بقا اور نسل کی بڑھوتری کی یہ صورت کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔دو الگ الگ حصوں میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ دو ٹکڑے ایک دوسرے کے زوج کہلا سکتے ہیں۔

4۔ رحمِ مادر میں انسانی پیدائش اور نظریہ ارتقاء:

ماں کے پیٹ میں بے وقعت پانی کے قطرہ کے کروڑوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ قرار پذیر ہوتا ہے تو اس میں طرح طرح کی عجیب وغریب تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے لگتی ہیں۔صرف خوردبین سے دکھائی دینے والا جرثومہ چند دنوں میں خون کے ایک قطرے کی شکل اختیار کرلیتا ہے، وہ خون کا قطرہ کچھ دنوں کے بعد گوشت بن جاتا ہے، اس گوشت میں قدرت کی عجیب کاری گریوں کے باعث چھوٹی بڑی، سیدھی ٹیڑھی طرح طرح کی ہڈیاں بننے لگتی ہیں پھر وہیں مختلف قسم کے بیرونی اعضا ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک وغیرہ نمودار ہونے لگتے ہیں، اسی گوشت کے لوتھڑے میں سے ایک حصہ دل بنا دیا جاتا ہے، کسی حصہ سے جگر اور کسی سے معدہ بنتا ہے پھر جسم کے ان مختلف حصوں کے درمیان رگوں اور شریانوں کا جال بچھ جاتا ہے۔اعصاب کے ذریعے تمام اعضا کے درمیان مواصلاتی نظام قائم ہوجاتا ہے۔اگر ایک دماغ کی ساخت پر ہی گہری نظر ڈالی جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی نازک مشینری چھوٹے چھوٹے کروڑوں خلیوں سے مرکب ہے۔پانی کے اس حقیر قطرہ یا اس کے کروڑوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ کو مختلف مدارج طے کر کے انسانِ کامل بننے میں صرف نو ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔نظریہ ارتقاء کے حاملین کے نزدیک تو ایسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے کے لیے اربوں سال چاہیے تھے۔لیکن جدید طب، علم تشریح الابدان، علم الجنین اور عام مشاہدہ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ یہ سارے حیران کن تغیرات صرف نو ماہ کے قلیل عرصہ میں واقع ہوتے ہیں۔

5۔ عَلَقہ اور نظریہ ارتقاء:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انسان کی پیدائش کے ایک مرحلے کے بارے میں فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (العلق:02)

''جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا''

اس آیت میں ''علق'' کے معنی جمے خون کی پھٹکی بھی ہے۔اور ''جونک'' بھی۔ماں کے پیٹ میں انسان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ یہ ایک جونک کی طرح سے ماں کے پیٹ کے ساتھ چمٹ کر ماں کے خون سے اپنی خوراک حاصل کرتا رہتا ہے۔جدید طبی تحقیقات سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسانی تخلیق میں علق کے مرحلے پر جنین کی شکل ہو بہو جونک جیسی ہوتی ہے۔ ڈاروِنزم کے حامی اس آیت میں لفظ ''علق'' سے ''جونک'' مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان ارتقائی منازل سے گزرتا ہوا ایک مرحلے پر جونک کی شکل میں تھا اور پھر اس کے بعد مزید اِرتقائی منازل طے کر کے موجودہ شکل اختیار کی۔اس بات کا فیصلہ بھی قرآن حکیم سے ملتا ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ O (المومنون:14)

''پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا۔پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے''۔

انسان کی پیدائش کے یہ تدریجی مراحل صاف بتا رہے ہیں کہ یہ ماں کے پیٹ میں ہونے والے تغیرات ہیں، ارتقاء کے مراحل ان پر منطبق نہیں ہو سکتے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''علق'' سے مراد ارتقائی مرحلہ والی جونک نہیں ہے بلکہ ماں کے پیٹ کا مرحلہ جمے خون کی پھٹکی یا لوتھڑا ہے۔ارتقائی مراحل کے لئے یک خلوی جاندار سے پورا انسان بننے تک اربوں سال کا عرصہ درکار ہے، جب کہ قرآن حکیم میں بیان کیے گئے یک خلوی (سپرم) سے پورا انسان بننے میں صرف 9 ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔

9 خلاصہ بحث / حاصل کلام:

1۔ ڈارون نے مذہب بیزاری کی وجہ سے مذہب مخالف نظریہ پیش کیا۔

2۔ ڈارون باقاعدہ کوئی سائنس دان نہیں تھا بلکہ ایک جہاز پر بطور جغرافیہ دان سفر کیا اور سفر کے دوران جو کچھ دیکھا اسے اپنے انداز سے مربوط کر کے ارتقا پر کتاب لکھ دی۔

3۔ نظریہ ارتقا کو سائنسی اعتبار سے غلط ثابت کیا جا چکا ہے۔

4۔ قرآنی حقائق کے صریح خلاف ہے۔

5۔ دنیا کے معروف سائنسدانوں نے اس نظریہ کی تائید نہیں کی بلکہ محض فلسفیانہ تصورات قرار دیا۔

(جاری ہے)

مصادر و مراجع

1۔ ہارون یحییٰ، نظریہ ارتقاء۔ایک فریب، ڈارونی نظریے کی سائنسی موت اور اس کا نظریاتی پسِ منظر، اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

2۔ Cliff, Conner, Evolution vs creationism in Defense of socialist review (Monthly Magazine Supplement to the Militant),

3۔ کیلانی، عبدالرحمٰن، مولانا، تیسیر القرآن، ج2، س482، مکتب السلام سٹریٹ 20، وسن پورہ لاہور،

4۔ Dr. Haluk Nurbaki, Verses from the Holy Quran and the facts of science, p 47, Indus publishing corporation, High court road, Karachi,

5۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاالقرآن، ج 3 ص628

6۔ طاہرالقادری، ڈاکٹر، تفسیر منہاج القرآن، ج 1، ص490، ادارہ منہاج القرآن لاہور، 1992

7۔ David Pilbeam, Humans Lose an Early Ancestor Science,

8۔ Solly Zuckerman, Beyond The Ivory tower, Top linger Publications, New York,

9۔ Haroon Yahya, The signs in the Heavens and the earth for men of understanding,

10۔ Oxford pocket size English learner dictionary

11۔ Microsoft Encarta encyclopedia(DVD)

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت واِفادیّت

4

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

’عدل‘ کی طرح ’احسان‘ بھی اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے اور تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہے۔ ’احسان‘ کی وسعت وجامعیت مندرجہ ذیل انواع واقسام سے بخوبی واضح ہوجائے گی۔

’’احسان‘‘ کی انواع واقسام:

قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں ’’احسان‘‘ کے استعمالات پر غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’احسان‘‘ کو بنیادی طور پر تین انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اوّلاً: اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ احسان:

عبد اور معبود کے تعلقات میں اِحسان سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق احسن طریقے سے ادا کرے، ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کی ذات وصفات اور بندگی میں شریک نہ ٹھہرائے، اطاعت وفرماں برداری میں ایسا رویہ اپنائے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں ایک قدم اِدھر اُدھر نہ ہو بلکہ سرِ تسلیم خم کردے۔ بندگی، خشوع وخضوع اور مکمل انہماک کو اپنائے اور تابع داری میں خوف ورجا کو اپناتے ہوئے معیت الٰہی کا مکمل شعور حاصل کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

''ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور دنیا سے رخصت ہو تو ہر حال میں اسلام پر رخصت ہو۔'' (آل عمران:۱۰۲)

کتب حدیث میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی شہرۂ آفاق حدیثِ جبریلؑ میں ''احسان'' کے متعلق یوں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

"أخبرني عن الإحسان؟ قال: ((الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك)) — وفي رواية مسلم أيضًا— ((أن تخشى الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك)) —وفي رواية أحمد— ((الإحسان أن تعمل لله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك))."

''مجھے احسان کے متعلق بیان کریں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ آپ اللہ کی ایسے عبادت کریں جیسے اسے دیکھ رہے ہیں، اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ تصور کریں کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈریں جیسا کہ وہ آپ کے سامنے ہے اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ احسان یہ ہے کہ آپ اللہ کی رضا کے لیے یوں کام کریں جیسے اسے دیکھ رہے ہیں۔'' (صحیح مسلم، رقم: ۶۰، ۲۷۶۲، ۲۷، مسند أحمد: ۲/۲۴۰)

حدیث جبریل کے مذکورہ بالا الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ''عبادت'' سے صرف نماز ہی مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ''احسان'' یہ ہے کہ مکمل خلوص وللّٰہیت سے اعمال انجام دیے جائیں۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان'' کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اور اتباع میں مکمل پیروی کی جائے۔ آپ کے خاتم النّبیین ہونے پر ایمان لایا جائے اور آپ ہی کو ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ تسلیم کیا جائے، محبت وعقیدت اور وارفتگی میں کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح نہ دی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ

اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَo[التوبة: ٢٤]

''(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دیجیے: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور تمہارا وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور تمھارے وہ گھر جنھیں تم پسند کرتے ہو، یہ سب تمھیں اللہ سے، اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کردے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)) (بخاري، رقم: ١٥، مسلم، رقم: ٤٤)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ایمان والا نہیں ہوسکتا جو مجھے اپنی اولاد، والدین اور لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو۔''

ثانیاً: اپنی ذات کے ساتھ احسان:

اپنی ذات کے ساتھ احسان اتنا ہی ضروری ہے جتنا عدل وانصاف ضروری ہے کیوں کہ تزکیۂ نفس اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اپنے آپ پر احسان کا وصف لاگو کرتا ہے اور اپنے ہر قول وفعل میں احسان کو اختیار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًاo [النساء: ١٢٥]

''اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور اچھے طریقے سے عمل کرنے والا بن جائے اور ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرے جو بالکل یکسو تھا اور اللہ نے ابراہیم کو (اسی بنا پر) اپنا دوست بنایا تھا۔''

بلاشبہ احسن دین اس کا ہے جو نیک اعمال احسن طریقے سے انجام دیتا ہو اور ہر عمل میں احسان

اختیار کرتا ہو جس کی بنا پر وہ اللہ کی نظر میں محسن قرار پائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

''اور جو کچھ اللہ نے تمھیں دے رکھا ہے، اس میں آخرت کے گھر کے طلب گار بنو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھولو اور جس طرح خدا نے تمھارے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں فساد کے خواہاں نہ بنو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' [القصص: ۷۷]

ثالثاً: دوسروں کے ساتھ احسان:

دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ کرنا نہ صرف اجر و ثواب کا مستحق ہے بلکہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کا سبب بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (یونس: ۲۵، ۲۶)

''اور اللہ تمھیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور اس کے لیے جسے وہ چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ پھر جن لوگوں نے اچھے اعمال کیے ان کے لیے اچھا بدلہ ہے اور اس پر مزید بھی، ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت، وہی جنتی لوگ ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (البقرۃ: ۱۹۵)

''اور تم اچھے اعمال کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اچھے اعمال کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ والدین کے ساتھ احسان:

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور احسان پر مبنی رویہ رکھنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا ۝ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ۝ (بنی اسرائیل:۲۳،۲۴)

''تمھارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ تنہا اسی کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرو، ان میں سے کوئی ایک یا دونوں اگر تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف کہو اور نہ جھڑک کر جواب دو بلکہ تم ان سے ادب کے ساتھ بات کرو۔ اور ان کے لیے نرمی سے عاجزی کے بازو جھکائے رکھو اور دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے (رحمت وشفقت کے ساتھ) مجھے بچپن میں پالا تھا۔''

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور عاجزی وانکساری برتنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے ساتھ سخت رویہ رکھنے یا ان کی بے ادبی کرنے سے روکا گیا ہے۔ حدیث میں یوں ذکر ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا)) قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) (بخاری، رقم: ۲۶۔ مسلم، رقم: ۸۵)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سی نیکی افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز کی ادائیگی۔ میں نے پھر پوچھا: اور کون سی نیکی افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے پھر پوچھا: اور کون سی؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

والدین سے حسن سلوک کو ترتیب کے لحاظ سے عبادت کے بعد اور جہاد سے قبل ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ بوڑھے ماں باپ کی خدمت جہاد سے افضل ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ: ((فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ

حَيٌّ؟)) قَالَ: نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا۔ قَالَ: ((اَفَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ؟)) قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا)) (صحیح مسلم، رقم:۲۵۴۹)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہا: میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں، اس طرح میں اللہ سے اجر کا طلب گار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب میں کہا: جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔ تو پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تو اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلب گار ہے؟ تو اس نے کہا: جی ہاں۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اپنے والدین کی طرف جاؤ، ان کی خدمت کرو اور ان سے حسن سلوک برتو۔''

۲۔اہل وعیال کے ساتھ احسان:

اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی میں احسان سے مراد ہے حسن سلوک اور محبت وشفقت کا برتاؤ کرنا کیوں کہ انسان بہترین تبھی ہوتا ہے جب وہ اپنے اہل وعیال کے لیے بہترین بن جائے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ، وَوَعَظَ، – و فيه – قال: أَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا اِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

(سنن ترمذي، رقم: ١١٦٣، و حسنه الألباني)

''سلیمان بن عمرو الاحوص رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو حجۃ الوداع میں شریک تھے، وہ کہتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ نے (خطبہ ارشاد فرماتے وقت) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور پھر لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی، جس میں یہ بھی فرمایا کہ بلاشبہ تمھاری عورتوں پر تمھارے حقوق ہیں

جس طرح ان کے حقوق تمھارے اوپر ہیں۔ تمھاری عورتوں پر تمھارا حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر اسے نہ بٹھائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور تمھارے گھر میں اسے نہ اجازت دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا حق تمھارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کی خوراک اور لباس کا خیال رکھو۔''

۳۔ قول و فعل میں احسان:

سچا مومن وہی ہے جو اپنی گفتگو اور رویوں میں نرمی، سچائی اور احسان کو اختیار کرتا ہے، دوسروں سے ہم کلام ہوتے وقت بدکلامی اور فحش گوئی سے مکمل اجتناب کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًاo (بنی اسرائیل:۵۳)

''تم میرے بندوں کو سمجھا دو (اے پیغمبر ﷺ!) کہ وہی بات کریں جو بہترین ہو، اس لیے کہ یہ شیطان ہی ہے جو (بحث کی گرما گرمی میں) ان کے درمیان فساد کی اکساہٹ پیدا کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

ہر عام و خاص کے ساتھ احسان کا رویہ رکھنے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَo (البقرۃ:۱۹۵)

''اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور تم (یہ انفاق) اچھے طریقے سے کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند فرماتا ہے۔''

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قول و فعل میں نرمی و احسان اور خوش کلامی کے نتائج ہمیشہ مثبت برآمد ہوتے ہیں، جب کہ غیظ و غضب اور بدکلامی سے معاملات مزید بگڑ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَo وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌo (حم السجدۃ:۳۳،۳۴)

''اور اس سے اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک عمل کرے

اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھلائی اور بُرائی دونوں یکساں نہیں ہیں، تم بُرائی کے جواب میں وہ کرو جو اس سے بہتر ہے تو دیکھو گے کہ وہی جس کے اور تمھارے درمیان عداوت ہے، وہ گویا گہرا دوست ہے۔''

۴۔ دعوت واصلاح میں احسان:

اللہ تعالیٰ نے اہل علم وفضل کو خاص ہدایت فرمائی ہے کہ دعوت وتبلیغ ہو یا وعظ ونصیحت، تقریر وتحریر ہو یا بحث ومباحثہ، مناظرہ ومکالمہ ہو یا جرح وتعدیل، ہر حالت میں تلخی کی بجائے نرمی، نفرت کی بجائے لطافت اور بدکلامی کی بجائے خوش کلامی کا اسلوب اپنایا جائے اور ردّ وتنقید کی صورت میں احسان وکمال کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ○ (النحل:۱۲۵)

''(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دیتے رہو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو نہایت پسندیدہ ہے، یقیناً تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔''

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۶)

''اور اہلِ کتاب کے ساتھ اسی طریقے سے بحث کرو جو نہایت بہتر ہے، سوائے ان کے جو ظالم ہیں (ان کے ساتھ کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے) تم ان کو بتاؤ کہ ہم اسے بھی مانتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اسے بھی جو تمھاری طرف اُتارا گیا تھا، ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔''

(جاری ہے)

غزہ میں قیامت بپا ہے!
اُمّتِ مسلمہ کہاں ہے؟

ابوفیصل محمد منظور انور

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا
دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
اقبال

غزہ کی موجودہ صورت حال پر عالمی ادارے یو این او اور مسلم دنیا کے 57 ممالک کی تنظیم او آئی سی کا منافقانہ کردار واضح ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ادارے ہزاروں بیگناہ فلسطینی شہریوں کا قتل عام روکنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ مسلم دنیا میں قیامِ امن کے خواہاں ممالک ان دونوں اداروں کے مثبت کردار سے اب مایوس ہو چکے ہیں۔ عالمی سطح پر مسلم ممالک اور مغرب سمیت امریکہ میں لاکھوں افراد کی طرف سے مظلوم فلسطینیوں کی نسل کشی روکنے کے لیے مظاہرے اور احتجاج ہو رہے ہیں مگر اسرائیلی فورسز کسی بھی طرح کے احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کھلے عام دن رات وحشیانہ بم باری کر کے مظلوم فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھا رہی ہیں اور اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو بڑی ڈھٹائی اور کمینگی کیساتھ غزہ کو ملیامیٹ کرنے کے بعد رفحا شہر اور فلسطینی مہاجر کیمپوں کو تباہ کرنے اور تمام فلسطینیوں کو ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن نظر آتا ہے۔

گزشتہ 8 ماہ سے امریکی اور بعض مغربی ممالک کی حکومتوں کی آشیرباد سے اسرائیل نے فلسطینی شہروں غزہ، رفحا اور دیگر ملحقہ آبادیوں پر وحشیانہ بمباری کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور فلسطینیوں کا بڑی بے دردی کیساتھ قتلِ عام کر رہا ہے۔ اسرائیل پوری عسکری قوت کیساتھ حماس کو کچلنے اور مکمل طور پر ختم کرنے کا ارادہ کر کے فلسطینی شہروں ہسپتالوں سکولوں اور شہری آبادیوں کو نشانہ بنا رہا ہے وہ اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ غزہ میں خون بہانے کے بعد رفحا بارڈر تک خون ریزی کا سلسلہ جاری ہے۔ مسلم حکمران منافقت کی انتہا کرتے ہوئے مظلوم فلسطینیوں کو اکیلا چھوڑ کر تماشا دیکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ گزشتہ 8 ماہ سے تادمِ تحریر 38 ہزار کے قریب شہادتیں ہو چکی ہیں، جس میں 16 ہزار بچے 12 ہزار عورتیں شہید ہو چکی ہیں اور 88 ہزار افراد زخمی ہونے کی اطلاعات ہیں۔ عالمی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے اسرائیل نے ایمبولنس گاڑیوں، ہسپتالوں، سکولوں، ڈاکٹروں اور نرسوں تک کو نشانہ بنانے سے بھی گریز نہیں کیا اور وہ بدستور بڑی بدمعاشی اور ڈھٹائی کیساتھ دن رات بمباری کر رہا ہے۔ ہر روز اسرائیلی وحشیانہ بمباری کی نتیجے میں ڈیڑھ دو سو کے قریب فلسطینی شہید ہو رہے ہیں۔ اس علاقے پر قیامتِ صغریٰ بپا ہے۔ غزہ سے لاکھوں افراد کو گھربار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا جو اپنے گھروں سے دربدر کھلے آسمان کی چھتری تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ محصور و مجبور و مظلوم فلسطینی خواتین اور بچے بڑی حسرت اور یاس کے عالم میں دنیائے اسلام اور دنیا کی امن پسند اقوام کی طرف دیکھ رہے ہیں کیونکہ ابھی تک انھیں سوائے طفل تسلیوں کے عملی طور پر کچھ بھی حاصل نہیں ہوا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

> اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ (النساء:75)

امریکہ اور کچھ مغربی ممالک میں ہزاروں طلباء و طالبات اور لاکھوں امن پسند شہریوں کے فلسطینیوں کی نسل کشی کے خلاف ہونے والے احتجاجی مظاہروں سے فلسطینیوں کو اخلاقی

حمایت حاصل ہوئی اور اسرائیل کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے جس کے باعث ظالم اسرائیلی درندوں کو عالمی سطح پر ہزیمت اور شرمندگی کا سامنا ہے۔ یو این او کی سلامتی کونسل اس وسیع پیمانے کی خونریزی کو امریکہ کی طرف سے ویٹو پاور کے استعمال کی وجہ سے روکنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ موجودہ حالات کو بہتر بنانے اور قیام امن کیلئے اب تک جتنی قراردادیں پیش کی گئی ہیں امریکہ نے سب کو ویٹو کر کے ناکام بنا دیا ہے۔ انجمن اقوام متحدہ کی منافقت اور دانستہ چشم پوشی کے باعث یہ جنگ طویل ہو رہی ہے۔ اسلام دشمن امریکہ اسرائیلی یہودیوں کی خوشنودی کی خاطر عالمی سطح پر ہمیشہ اس کی جائز ناجائز حمایت کرنے اور اس کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی کو ناکام بنانے میں پیش پیش رہتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یو این او میں اقوام عالم کی طرف سے مظلوموں کی پرزور حمایت کے باوجود امریکہ ویٹو پاور کے استعمال میں ہمیشہ اسرائیل کا حامی رہا ہے اور وہ ہر صورت فلسطین کی جائز حکومت کے مقابلے میں اس ناجائز قابض اسرائیلی ریاست کے قیام کا پرزور حامی ہے۔ مصدقہ رپورٹس کے مطابق شام اور لبنان کی اسرائیل کے خلاف شکایت کو امریکہ نے اسرائیل کے حق میں 2 اکتوبر 1972ء کو ویٹو کر دیا۔ 1973ء میں آٹھ ممالک کی مشرق وسطیٰ کی صورتحال بارے قرارداد کو امریکہ نے فروری 1973ء میں ویٹو کر دیا۔ 1975ء میں مصر لبنان کی اسرائیل پر پابندیوں کی قرارداد کو امریکہ نے 21 اگست 1975ء کو ویٹو کر دیا۔ 1976ء میں کئی ممالک نے فلسطین اور مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر اسرائیل کے خلاف کاروائی کی درخواست مگر امریکہ بہادر نے 29 جون 1976ء کو ویٹو کر دیا۔ 1980ء میں تیونس کی فلسطینی عوام کے حقوق کے لئے درخواست کو 30 اپریل 1980ء کو امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ جولان کی پہاڑیوں پر قبضے کے خلاف امریکہ نے 20 جنوری 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ مقبوضہ علاقوں کی خراب صورتحال بارے اردن کی درخواست کو امریکہ نے 2 اپریل 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ مسجد اقصیٰ پر حملے کے خلاف درخواست کو امریکہ نے 20 اپریل 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ لبنان کے معاملے پر سپین کی قرارداد کو امریکہ نے 8 جون 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ سوویت یونین کی لبنان ایشو پر قرارداد کو امریکہ نے 6 اگست 1982ء کو ویٹو کر دیا۔ بیس ممالک کی مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی جارحیت کے خلاف قرارداد کو امریکہ نے 2 اگست 1983ء کو ویٹو کر دیا۔ امریکہ سلامتی کونسل میں فلسطینیوں کے حق

میں پیش کی گئی قراردادوں کو ہمیشہ سے ویٹو کرتا رہا ہے اور 1972ء سے اب تک فلسطینیوں کے حق میں جتنی بھی گئی قراردادیں لائی گئیں انھیں امریکہ ویٹو کرتا چلا آ رہا ہے۔ اسرائیل دنیا بھر میں واحد ملک ہے جس کے خلاف سب سے زیادہ قراردادیں پیش کی گئی ہیں مگر ہر بار اسے امریکی چھتری نے تحفظ فراہم کیا۔ ایک اطلاع کے مطابق اسرائیل کے پاس 260 ایٹم بم بھی موجود ہیں مگر اسرائیل ایسے نام نہاد امن دشمن ملک کے سامنے امریکہ اور اس کے حواری ممالک ہمیشہ بھیگی بلی بنے اس کی حمایت پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ جب کہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کو اس کے جائز حق سے محروم رکھنا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا منشور ہے۔ اس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں دہشت گردی کو فروغ دینے کا باعث امریکہ اور اسرائیل ہیں۔ کسی ایک یہودی کا قتل ہوتا ہے تو لادین مغربی لابی متحرک ہو جاتی ہے اور اس کا بدلہ لیا جاتا ہے۔ غزہ میں ہزاروں معصوم افراد بمباری میں شہید کیے جا چکے ہیں سوشل میڈیا پر روح فرسا مناظر بھی بے ضمیر امریکی حکومت اور اس کے حامی ممالک کی آنکھیں نہیں کھول سکے۔ یو این او کی سلامتی کونسل میں مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کا مسئلہ ہو تو فوری طور پر قراردادیں پاس اور فوری ایکشن بھی لیا جاتا ہے مگر فلسطین میں قیام امن کیلئے پیش کردہ قرادادیں امریکہ کی طرف سے ویٹو کر دی جاتی ہیں اور سلامتی کونسل کے اکثریتی ارکان منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اقوام عالم کو مل جل کر اسی ویٹو پاور کو جو مظلوموں کے انصاف دلانے کی راہ میں رکاوٹ ہو، فوری طور پر ختم کرنے کیلئے جنرل اسمبلی میں اصلاحات لانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دنیا سے ظلم اور جبر کا نظام ختم ہو سکے اور مظلوم اقوام کو انصاف مل سکے۔ مسلم ممالک کی اپنی تنظیم (OIC) نام نہاد (او آئی سی) اور 57 مسلم ممالک سے تو بہتر ایک غیر مسلم ملک جنوبی افریقہ ہے جس نے فلسطینیوں کی نسل کشی روکنے کیلئے عالمی عدالت انصاف کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے، جس کے نتیجے میں انٹرنیشنل کریمینل کورٹ کے پراسیکیوٹر نے اسرائیلی وزیر اعظم اور وزیر دفاع سمیت پانچ افراد کی گرفتاری کیلئے اپیل فائل کی ہے۔ کتنا ہی اچھا ہوتا کہ یہ اقدام مسلمانوں کی تنظیم او آئی سی کے پلیٹ فارم سے کیا جاتا۔ جنوبی افریقہ کا یہ اقدام قابل تحسین اور اہم پیش رفت ہے۔ مسلم ممالک کو بھی جنوبی افریقہ کیساتھ جم کر کھڑا ہونا چاہئے تاکہ اسے احساس ہو کہ وہ اس مسئلہ پر اکیلا نہیں ہے۔ او آئی سی کے اب تک کے تمام اجلاس بے نتیجہ اور بے سود رہے ہیں

جس میں فلسطینیوں کی حمایت اور اسرائیل کے خلاف کاروائی کی نوبت ہی نہیں آئی البتہ یہ اجلاس نشستن گفتن برخاستن تک محدود رہے ہیں۔ مسلم ممالک کے عوام فلسطینیوں کے ساتھ مگر مسلم حکمران امریکی سامراج کے پٹھو اور اسرائیل کے حامی ہیں۔ یہاں تک کہ ایٹمی قوت پاکستان میں غزہ کے حق میں نکلنے والی احتجاجی ریلی کو زبردستی روکا گیا ہے اور غزہ بچاؤ دھرنے میں شریک دو افراد پر گاڑی چڑھا کر انہیں کچل دیا گیا۔ مصر اور ترکی نے بھی مایوس کیا ہے کیونکہ ان کیساتھ اسرائیل کے تعلقات ہیں مگر محصور فلسطینیوں کو امدادی سامان اور خوراک تک رسائی نہ مل سکی ہے۔ اوآئی سی کے اراکین حسب سابق زبانی جمع خرچ کرنے اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسیوں پر جمے ہوئے ہیں یہ ابھی تک اسرائیل کے ساتھ سفارتی سیاسی اور معاشی بائیکاٹ کرنے پر بھی اتفاق نہیں کر سکے۔

فضیلت مآب شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ کی تشکیل کردہ تحریک حماس نے لازوال قربانیوں کی نئی تاریخ رقم کر کے اس میں نئی روح پھونک دی ہے۔ 7 اکتوبر 2023ء کو امریکی پالتو غنڈے اسرائیل کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔ حماس کے اسرائیل کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے سے اسرائیل اور عرب حکمرانوں کی بڑھتی ہوئی قربت میں دراڑیں پڑ گئیں ہیں۔ امریکی ایما پر اسرائیل کو تسلیم کئے جانے کا خواب ادھورا رہ گیا ہے۔ مٹھی بھر مجاہدین بے سروسامانی کے عالم میں سر پر کفن باندھ کر میدان کارزار میں اترے ہیں۔ جو بیت القدس کی حرمت کیلئے اپنا سب کچھ لٹا چکے ہیں اور انھوں نے معرکہ بدر کی یاد تازہ کر دی۔ دوسری طرف دو ارب مسلمان ابھی تک رفحا بارڈر پر کراسنگ کا راستہ کھلوانے میں بھی ناکام نظر آتے ہیں تاکہ محصور فلسطینیوں تک امدادی اشیاء پہنچائی جاسکیں۔ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی حرمت کی حفاظت کیلئے مٹھی بھر نہتے فلسطینی تو اپنی جان و مال کے نذرانے پیش کر کے سرخرو ہو رہے ہیں مگر نہ جانے امت مسلمہ کہاں کھڑی ہے اور کیا سوچ رہی ہے؟ اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی۔ اس وقت فلسطینیوں کا ساتھ دینے کی اشد ضرورت ہے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ (ﷺ) است

عبد اللہ ابراهیم

(اس مضمون میں 21 مئی سے 21 جون 2024ء تک کے نمایاں واقعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے)

1 پاکستان کی سیاسی صورتحال میں استحکام

حکومت اور مقتدرہ لحہ موجود تک ایک صفحے پر ہیں لہذا سیاسی استحکام دکھائی دیتا ہے، تاہم جون میں ہر حکومت نے بجٹ کو ایوانوں سے منظور کروانا ہوتا ہے اور یہ اتحادی جماعتوں کے لئے مزید باتیں منوانے کا اچھا موقع ہوتا ہے۔اس دفعہ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے پہلے پی پی پی نے گلہ کیا کہ بجٹ پر اس سے مشورہ نہیں ہوا اور پھر بلاول شہباز ملاقات ہوئی اور معاملات کچھ طے ہوئے ہیں۔عوام کے لئے معاملات ابھی غیر واضح ہیں ایک طرف مہنگائی میں کمی مثبت ہے تو دوسری طرف گندم کے نرخ کے بحران نے زرعی طبقے کو اور بجٹ میں تنخواہوں پر ٹیکس میں اضافے نے ملازمت پیشہ طبقے کو حکومت سے کچھ بددل کیا ہے۔ان حالات میں کمزور سیاسی حکومت کو مقتدرہ اپنی مرضی سے استعمال کرتی رہے گی۔ یہ سب عوامل کسی طویل مدتی استحکام کی علامت نہیں ہیں۔ بہر حال نئی حکومت کو چلنے دینا چاہئے تا کہ کچھ آگے کا سفر ہو۔تاہم ہمارا بطور ملک دائروں میں سفر اور مقتدرہ قوتوں کی اپنی ہٹ دھرمیاں کافی مایوس کن ہیں۔ بطور مسلمان ہمیں لوگوں کو دین کی دعوت اور توبہ کی پکار کو تیز تر کر دینا چاہئے۔

2 پاکستان کی معاشی صورتحال اور ابتدائی بجٹ 25-2024

پاکستان کی معاشی صورتحال میں ستمبر 2023ء سے کافی استحکام چل رہا ہے۔

ڈالر279 روپے پر مستحکم ہے اور درآمدات، برآمدات اور بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے مل کر گرفت میں دکھائی دیتی ہیں، سٹاک ایکسچینج 78 ہزار سے زائد اور تاریخ کی بلند ترین سطح پر ہے، مہنگائی کی شرح کم ہو کر مئی میں 11.8 فیصد بتائی گئی ہے تاہم بنیادی شرح سود 1.5 فیصد کم ہو کر بھی 20.5 فیصد کی بلند سطح پر ہے۔ ان حالات میں 12 جون کو مالی سال 25-2024 کا بجٹ پیش کیا گیا۔ بجٹ چونکہ آئی ایم ایف سے مزید قرض لینے کے تناظر میں اور تقریباً ان کو پہلے دکھا کر پیش کیا گیا تھا اس لئے سخت تھا تاہم بہت سخت نہیں تھا۔ آئی ایم ایف امریکہ کے زیر اثر ہے اور شاید عالمی کھینچ تان میں ہماری کچھ جان بخشی ہو گئی۔ بنکوں کے لئے بجٹ توقع سے بہتر تھا اور سٹاک مارکیٹ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہماری معاشی صورتحال میں مثبت پہلو بھی ہیں ابھی بھی اگر مخلص لوگ میسر آ جائیں اور ان کو 5-4 سال مل جائیں تو ملک کی کایا پلٹی جا سکتی ہے۔ اصل اور مکمل حل تو اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ہے۔

3 پاکستان میں امن وامان کی صورتحال اور سلامتی کے اداروں پر حملے

پاکستان میں امن وامان کی عوامی صورتحال تو کچھ بہتر ہے مگر سلامتی کے اداروں پر حملے تسلسل سے جاری ہیں جو کہ تشویش ناک ہے۔ 9 جون کو سلامتی کے ادارے کی گاڑی پر حملے میں 7 فوجی اہلکار جاں بحق ہوئے اس کے علاوہ پولیس پر حملے تسلسل سے ہو رہے ہیں عید کے دنوں میں موٹروے پر ایک ریٹائرڈ بریگیڈیر کی حملے میں ہلاکت کی غیر مصدقہ خبریں بھی آئی ہیں۔ بھارت میں نریندر مودی دوبارہ وزیراعظم بن تو گئے ہیں مگر ان کا زور ٹوٹا ہے اور ان کی عمر بھی زیادہ ہو گئی ہے سو یہ ان کی آخری باری لگتی ہے لہٰذا ان کی طرف سے بھی زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

4 غزہ میں اسرائیلی جارحیت کا تسلسل اور رفح کراسنگ پر حملہ

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو اب 250 دن سے زائد ہو گئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مفاہمتی قوتوں کی طرف سے جنگ بندی کی کوششیں ابھی تک بے سود ہیں۔ اسرائیل اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور امریکہ کی بھی کچھ نہیں سن رہا مگر پھر بھی وہ اسرائیل کی مکمل حمایت کر رہا ہے۔ شمالی غزہ اور درمیانی علاقے کو مکمل تباہ کر دینے کے بعد اب رفح کراسنگ کا علاقہ بھی

مہینوں سے آپریشن کی زد میں ہے اور وہاں بھی حملے کیے جا رہے ہیں لاکھوں افراد پھر علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔غزہ کے ساتھ ساتھ مغربی کنارے پر بھی بے حد سختی کی جا رہی ہے۔ غزہ میں اب تک 37 ہزار سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس سے دوگنا تعداد (86 ہزار) زخمیوں کی ہے۔ مسلمان بطور امت اور بحیثیت قوم کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ غزہ کے لوگوں تک خوراک تک کی صحیح رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی صرف یمنی حوثیوں، حزب اللہ اور ایران سے ہی کچھ عملی مدد کا تاثر سامل رہا ہے۔

اسرائیل کو اس دوران پہلی مرتبہ یہ کامیابی ملی کہ وہ 4 یرغمالیوں کو چھڑوانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے لئے اس نے 274 افراد کو شہید کیا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یرغمالی اور حماس قیادت غزہ ہی میں ہے اور اتنے مشکل حالات میں بھی اسلامی مزاحمتی قوتوں کا جہاد جاری رکھنا، غیر مشروط جنگ بندی سے انکار اور دستیاب وسائل کے ساتھ جمے رہنا اور اسرائیلی فوج کو نقصان پہنچاتے رہنا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم یہ معجزہ مسلمان عوام اور خصوصاً حکمران طبقات کی بے حسی پر حجت بھی ہے۔ اللہ ہمیں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانی، مالی اور ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صورتحال نہایت پریشان کن اور اگلی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔

5 عالمی بساط پر ساہوکار کی تبدیلی اور متعلقہ ٹکراؤ کے آثار

دنیا میں عالمی غلبے کے لئے لڑائیاں (روس یوکرائن، غزہ) اور تنازعات (شمالی کوریا، تائیوان وغیرہ) جاری ہیں۔ 8 جون کو خبر آئی کہ سعودی عرب نے تیل ڈالر میں فروخت کرنے کا معاہدہ 50 سال گزرنے پر ختم کر دیا ہے مگر بعد میں یہ خبر افواہ ثابت ہوئی۔ بہرحال برکس ممالک کی اپنی کرنسی اور ڈیجیٹل کرنسی لانے کی تیاریاں آخری مراحل میں ہیں اور اس کے خدوخال سامنے آ رہے ہیں۔ ادھر 19 جون کو روسی صدر پیوٹن نے شمالی کوریا کا دورہ کیا جو کہ کسی روسی سربراہ کا 24 سال بعد دورہ تھا۔ اس دوران کئی معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ جنوبی چین کے پاس سمندر میں چین اور فلپائن کے درمیان اسی دوران جھڑپ ہوئی ہے۔

6 حج 1445ھ اور گرمی کی شدت کے باعث حاجیوں کی شہادتیں

الحمدللہ 15 جون 2024ء کو حج 1445ھ عرفات میں ادا کر دیا گیا اور 18 لاکھ سے

زائد افراد نے یہ سعادت حاصل کی۔ تاہم گرمی کی شدت کے باعث اس مرتبہ ایک ہزار سے زائد شہادتیں ہوئیں۔ حج کے ایام عین گرمی کے دنوں میں تھے اور حج نام ہی بھاگ دوڑ کا ہے اس لئے سعودی عرب کی جانب سے عمدہ انتظامات کے باوجود گرمی نے اثرات دکھائے۔ ماضی قریب میں سعودی عرب غیر قانونی حاجیوں کو روکنے کی کوشش تو کرتا تھا مگر ایام حج کے نزدیک سختی ختم کر دی جاتی تھی اور تمام لوگ ہی حج ادا کر لیتے تھے اس دفعہ یہ سختی آخر تک جاری رہی اور بغیر اجازت حج کرنے والوں نے چھپ کر اور بغیر کسی سہولت کے حج ادا کیا اور یہی لوگ موسمی شدت کا سب سے زیادہ نشانہ بنے۔ مناسب انتظامی گرفت ضروری ہے مگر 2020ء میں کووڈ کے بعد سے صحت کے نام پر ٹیکنالوجی کے ذریعے یہ گرفت بڑی سخت کر دی گئی ہے اور اب حرمین، مطاف اور ریاض الجنۃ میں داخلے بڑے محدود اور سخت کر دیے گئے ہیں اور معاملہ اب عمومی گرفت سے بڑھ کر شخصی گرفت تک آ پہنچا ہے اور چونکہ ٹیکنالوجی بھی دجالی تہذیب کا ہی ایک ہتھیار ہے لہٰذا حج اور عمرہ کے معاملات سے ذوق وشوق اور نورانیت کم ہوگئی ہے اور مشینی انداز اور کثافت غالب آتی جا رہی ہے۔ ؏ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

7 افغانستان کی تازہ صورت حال

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات ابھی تک سرد مہری کا شکار ہیں اور اس کی وجہ پاکستان کا یہ الزام ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کی سہولت کاری افغان سرزمین سے ہو رہی ہے۔ ◐ اقوام متحدہ میں پاکستانی سفیر نے 21 جون کو اقوام متحدہ سے اس حوالے سے اقدامات کا بھی کہا۔ ◐ یکم جون کو صوبہ ننگرہار میں کشتی ڈوبنے سے 20 افراد ہلاک ہو گئے۔ ◐ 7 جون کو اقوام متحدہ نے 4 طالبان رہنماؤں سے سفری پابندیاں ہٹا لیں اور اس کے بعد وزیر داخلہ سراج الدین حقانی نے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ حج ادا کیا۔ ◐ افغانستان کی کرکٹ ٹیم ٹی 20 ورلڈ کپ کے اگلے راؤنڈ میں پہنچ گئی ہے جبکہ پاکستان مقابلے سے باہر ہو گیا ہے۔ ◐ 21 جون کو اقوام متحدہ میں افغانستان کی انسانی صورتحال پر بحث ہوئی۔

مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فرمودۂ اقبال

(کلیاتِ فارسی)

قارئین کے لیے مطالعۂ کلامِ اقبال کے عنوان سے علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے فارسی کلام کے چنیدہ حصوں کی تشریح کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے (یہ سلسلہ بانی مدیر کے قلم سے ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور میں بھی شائع ہوا ہے)۔ پہلے مرحلہ میں علامہ اقبال کے کلام کا مجموعہ 'پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق' میں سے چند منتخب حصے پیش کیے جائیں گے۔ آغاز کے طور پر اس کتاب کی مشہور نظم 'فقر' سلسلہ وار حاضر ہے۔ یہ نظم 72 اشعار پر مشتمل ہے اور متعدد اقساط میں مکمل ہوگی۔

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

1

چیست فقر اے بندگانِ آب و گل
یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دل

روح اور جسد سے بنے ہوئے انسانو! فقر کیا ہے؟ ایک راستہ دیکھنے والی آنکھ اور دوسرا زندہ (باضمیر) دل

2

فقر کارِ خویش را سنجیدن است
بر دو حرفِ لا اِلٰہ پیچیدن است

فقر اپنے کام کو سنجیدگی سے کرنا ہے (اور) لا اِلٰہ کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ہے

3

فقر خیبر گیر بانانِ شعیر
بستۂ فتراکِ او سلطان و میر

یہ فقر جو کی روٹی کھا کر بھی خیبر جیسے معرکے سر کر لیتا ہے۔ سرداروں اور بادشاہوں کو لگام لگاتا ہے

4

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست
ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ ﷺ ست

فقر ذوق وشوق اور احکام الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کا نام ہے۔ ہم اس متاعِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے امین ہیں

(ان اشعار کی تشریح ٹائٹل کے صفحہ 3 پر ملاحظہ فرمائیں)

فارسی اشعار کی تشریح

فقر عربی لفظ ہے اور اسی سے لفظ 'فقیر' صفت مُشبّہ ہے یعنی جس پر مستقل فقر کی کیفیت ہو۔ ایک فقر مجبوری اور کام چوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایک فقر 'اختیاری' ہوتا ہے کہ انسان کسی مشن، نصب العین اور مقصدِ حیات کے لیے تن من دھن لگا دے اور ناگزیر ضروریات کے لیے بھی کچھ بچا کر نہ رکھے، بامقصد مصروفیات اُسے کسبِ معاش کے لیے فرصت ہی نہ دیں۔ یہ اختیاری فقر عرفِ عام میں 'درویشی' کہلاتا ہے۔ اسلام میں حکمرانی کے منصب پر فائز لوگ 'خدمتِ خلق' اور عوامی بہبود کی ذمہ داریاں ادا کریں تو ان کو کسبِ معاش کے لیے وقت نہیں ملتا۔ لہٰذا اسلام میں حکمرانوں کی تنخواہیں معقول ہوں مگر ان کا رہن سہن عملاً 'درویشی' اور 'فقر' کا ہونا ضروری ہے جب حکمران اس طرح کے ہوں گے تو معاشرے میں جو اقدار پروان چڑھیں گی ان میں 'فقر' یعنی دنیا سے 'بے رغبتی' کو فروغ ہوگا اور یہی وہ 'بیج' ہے جس سے امانت، دیانت، صداقت، کردار جیسی اقدار جنم لیتی اور فروغ پاتی ہیں کہ جب دنیا کو زیادہ استعمال نہیں کرنا تو 'کرپشن' کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس نظم میں علامہ اقبال نے 'فقر' کے فروغ پر زور دیا ہے اور معاشرے میں ہر شعبۂ زندگی میں ایسے افراد کی تیاری کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ بالخصوص حکمرانوں میں یہ وصف ناگزیر ہے پھر علماء اور صوفیاء کے لیے بھی اس میدان میں عوام کے لیے 'نمونہ' بننا اور 'آئیڈیل' قرار پانا ـــــ ایک صحت مند، ترقی پذیر مسلمان معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔

1 اے انسانو! فقر کیا ہے؟ اس جسدِ خاکی میں ایک زندہ (اور باضمیر) دل اور ایک حق کا راستہ دیکھنے والی آنکھ۔

2 فقر اپنے تن من دھن کو سنجیدگی کے ساتھ بامقصد سرگرمیوں میں مصروف رکھنا ہے اور 'لا اِلٰہ' کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی اطاعتِ کلی میں لگا دینا ہے۔ 'لا اِلٰہ' کا تقاضا ہے کہ دنیا میں سرمایہ، عہدہ، مال، سٹیٹس (Status)، وطن، نسل، رنگ اور قوم کے بتوں کی کلی نفی کی جائے۔ خاندانی بادشاہت اور مذہبی و سیاستی خاندانی چودھراہٹ بھی کبھی 'اِلٰہ' بن جاتی ہے بندۂ مومن اس کی بھی پورے وثوق سے نفی کرنے والا ہوتا ہے۔

3 درویش صفت سپہ سالار فتح خیبر جیسے معرکے سر کر لیتا ہے اور مسلمان درویش حکمران، مطلق العنان بادشاہوں اور درندہ صفت حکمرانوں کو لگام دے کر رکھتا ہے۔

4 فقر کی زندگی جس سطح پر بھی ہو، انسان کے ذوق و شوق میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔ درویشی کی یہ 'متاعِ عزیز' ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی امانت ہے اور ہماری ذمہ داری اس امانت کی حفاظت ہے۔ لہٰذا ہر سچے اور مخلص مسلمان کو درویشی کی زندگی یعنی فقر اختیار کرنا ضروری ہے۔

Vol 18
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
JULY 2024
No 07

فکرِ فاروقیؒ

ہم مسلمانانِ پاکستان گزشتہ سات عشروں سے ایک ارفع و اعلیٰ ’آرزوٗ‘ رکھنے اور اس کو پالنے کے ’جرم‘ کی وجہ سے ایک مذہبی قسم کی ’رومانیت‘ یا ROMANTICISM کا شکار ہیں تو دوسری طرف اس نصب العین کے حصول کے لیے ـــــ کہ ہمارے ملک میں اسلام کا غلبہ ہوجائے (جس مقصد کے لیے ملک بناتھا اور بے شمار قربانیاں دی گئیں تھیں) تاکہ جنوبی ایشیا کے مسلمان اپنے اس ملک میں اپنے دین کے مطابق زندگی گزار سکیں اور ہمّت کر کے اس ملک کو دنیا کے دیگر ممالک کے لیے بھی نمونہ بنا کر عصر حاضر میں ایک جدید اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کا ’ماڈل‘ دکھا سکیں ـــــ کچھ نہ کرنے یا کچھ نہ کر سکنے کی وجہ سے مکافاتِ عمل کا شکار ہیں۔ مقصد کی بلندی اور عمل کی پستی کی کسی نے مثال دیکھنی ہو تو وہ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ میں مسلمانانِ پاکستان ہی ہیں۔

مولانا حسرت موہانی نے کہا تھا:

غم آرزو کا حسرتؔ سبب اور کیا بتاویں
میرے شوق کی بلندی میری ہمتوں کی پستی

مسلمانانِ پاکستان پر جو کچھ گزر رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حالات کا تجزیہ اور ’نشانِ منزل‘ کی رہنمائی میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔ ہمارے نزدیک پاکستان ـــــ قربِ قیامت میں عالمی سطح پر اسلام کے غلبہ کی طرف پہلا قدم تھا۔ دشمنوں نے بجا طور پر اسے پین اسلامزم (PAN-ISLAMISM) اور مسلمانوں کے عالمی اتحاد و یکجہتی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو ہر ممکن طریقہ سے ستانے اور ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ (ح ب مئی 2013ء)